

عصر حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

جدید محقق ایڈیشن

تفسیر ابن کثیر

از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنووط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مهدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفیٰ السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

1 2 3 4 5 6



تالیف
حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام تخریج وتحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

ناشر



فقہ الحدیث پبلیکیشنز

0300-4206199

Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan

E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com

ڈسٹری بیوٹر



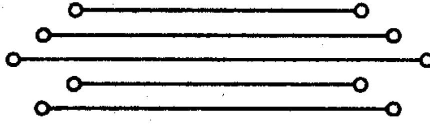
نعمانی کتب خانہ

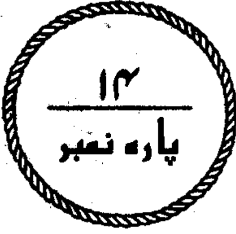
042-7321865, 0334-4229127

Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan

E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

- سرکش ومتکبر ہلاک ہوں گے ۷۴۷
- ستارے اور شیاطین ۷۴۹
- اللہ تعالیٰ کے خزانے ۷۵۰
- ابلیس لعین کا انکار ۷۵۲
- جنت میں کوئی بغض وکینہ نہ رہے گا ۷۵۴
- قوم لوط کی خرمستیاں ۷۵۸
- آل ہود کا عبرتناک انجام ۷۵۸
- اصحاب ایکہ کا المناک انجام ۷۵۹
- آل ثمود کی تباہیاں ۷۵۹
- نبی اکرم ﷺ کو تسلیاں ۷۶۰
- قرآن عظیم سبع مثانی اور ایک لازوال دولت ۷۶۰
- انبیاء کی تکذیب عذاب الٰہی کا سبب ہے ۷۶۲
- روز قیامت ایک ایک چیز کا سوال ہوگا ۷۶۳
- رسول اللہ ﷺ کے مخالفین کا عبرتناک انجام ۷۶۳
- یقین کا مفہوم ۷۶۴
- وحی کیا ہے؟ ۷۶۶
- چوپائے اور انسان ۷۶۷
- تقویٰ بہترین زاد راہ ہے ۷۶۹
- سورج چاند کی گردش میں پوشیدہ فوائد ۷۷۰
- اللہ خالق کل ۷۷۲
- قرآن حکیم کے ارشادات کو دیرینہ کہنا کفر کی علامت ہے ۷۷۳
- نمرود کا تذکرہ ۷۷۴
- مشرکین کی جان کنی کا عالم ۷۷۵
- اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۷۷۹
- دین کی پاسبانی میں ہجرت ۷۷۹
- انسان اور منصب رسالت پر اختلاف ۷۸۰
- اللہ عزوجل کا غضب ۷۸۱
- عرش سے فرش تک ۷۸۲
- ہر چیز کا واحد مالک وہی ہے ۷۸۳
- باز پرس لازمی ہوگی ۷۸۴
- وہ بندوں کو مہلت دیتا ہے ۷۸۵
- شیطان کے دوست ۷۸۶
- بہترین دعا ۷۸۹
- مشرکین کی جہالت کا ایک انداز ۷۹۰
- بندوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان ۷۹۰
- توحید کی تاکید ۷۹۱
- مومن اور کافر میں فرق ۷۹۲
- ہر امت کا گواہ اس کا نبی ۷۹۶
- کتاب مبین ۷۹۸
- عہد وپیمان کی حفاظت ۸۰۰
- کتاب وسنت کے فرماں بردار ۸۰۲
- آعوذ کا مقصد ۸۰۳
- سب سے زیادہ منزلت ورفعت ۸۰۴
- صبر واستقامت ۸۰۸
- اللہ کی عظیم نعمت بعثت نبویؐ ہے ۸۰۹
- حلال وحرام صرف اللہ کی طرف سے ہیں ۸۱۰
- دوسروں سے منسوب ہر چیز حرام ہے ۸۱۱
- جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہدایت کے امام ۸۱۱
- حکمت سے مراد کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ہے ۸۱۳
- قصاص اور حصول قصاص ۸۱۴
- ملائکہ اور مجاہدین ۸۱۵

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝٢ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ
الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝٣ وَمَا أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ۝٤
مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۝٥

وہ بھی وقت ہوگا کہ کافر اپنے مسلمان ہونے کی آرزو کریں گے ۝ تو انہیں کھاتا نفع اٹھاتا اور امیدوں میں مشغول ہوتا چھوڑ دے ۝ یہ خود بھی جان لیں گے ۝ کسی بستی کو ہم نے ہلاک نہیں کیا مگر اس کیلئے مقررہ نوشتہ تھا ۝ کوئی گروہ اپنی موت سے نہ آگے بڑھتا ہے نہ پیچھے رہتا ہے ۝

مرنے کے بعد کفار کی ندامت: کافر اپنے کفر پر عنقریب نادم و پشیمان ہوں گے اور مسلمان بن کر زندگی گزارنے کی تمنا کریں گے۔ یہ بھی مروی ہے کہ کفار بدر جب جہنم کے سامنے پیش کئے جائیں گے آرزو کریں گے کہ کاش کہ وہ دنیا میں مومن ہوتے۔ یہ بھی ہے کہ ہر کافر اپنی موت کو دیکھ کر مسلمان ہونے کی تمنا کرتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن بھی ہر کافر کی یہی تمنا ہوگی۔ جہنم کے پاس کھڑے ہو کر کہیں گے کہ کاش کہ اب ہم واپس دنیا میں بھیج دیئے جائیں تو نہ تو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائیں نہ ترک ایمان کریں۔ (1) جہنمی لوگ اوروں کو جہنم سے نکلتے دیکھ کر بھی اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے۔ ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ گنہگار مسلمانوں کو جہنم میں مشرکوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ روک لے گا تو مشرک ان مسلمانوں سے کہیں گے کہ جس اللہ کی تم دنیا میں عبادت کرتے رہے اس نے تمہیں آج کیا فائدہ دیا؟ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آئے گا اور ان مسلمانوں کو جہنم سے نکال لے گا اس وقت کافر تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی دنیا میں مسلمان ہوتے۔ ایک روایت میں ہے کہ مشرکوں کے اس طعنے پر اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ جس کے دل میں ذرے کے برابر بھی ایمان ہو اسے جہنم سے آزاد کر دو الخ۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ((لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ)) کے کہنے والوں میں بعض لوگ بہ سبب اپنے گناہوں کے جہنم میں جائیں گے پس لات وعزیٰ کے پجاری ان سے کہیں گے کہ تمہارے ((لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ)) کہنے نے تمہیں کیا نفع دیا؟ تم تو ہمارے ساتھ ہی جہنم میں جل رہے ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آئے گا۔ اللہ ان سب کو وہاں سے نکال لے گا۔ اور نہر حیات میں غوطہ دے کر انہیں ایسا کر دے گا جیسے چاند گہن سے نکلا ہو۔ پھر یہ سب جنت میں جائیں گے وہاں انہیں جہنمی کہا جائے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سن کر کسی نے کہا کیا آپ نے اسے رسول اللہ ﷺ کی زبانی سنا ہے؟ آپ نے فرمایا سنو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ مجھ پر قصداً جھوٹ بولنے والا اپنی جگہ جہنم میں بنا لے۔ باوجود اس کے میں کہتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث خود رسول کریم ﷺ کی زبانی سنی ہے۔ (2) اور روایت میں ہے کہ مشرک لوگ اہل قبلہ سے کہیں گے کہ تم تو مسلمان تھے پھر تمہیں اسلام

---

(1) [سورۃ الانعام: آیت ۲۷]

(2) [ضعیف : طبرانی اوسط (۷۲۸۹) مجمع الزوائد (۱۸۰۳۳)] اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔]

نے کیا نفع دیا۔؟ تم تو ہمارے ساتھ جہنم میں جل رہے ہو۔ وہ جواب دیں گے کہ ہاں ہمارے گناہ تھے جن کی پاداش میں ہم پکڑے گئے الخ' اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے چھٹکارے کے وقت کفار کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے اوران کی طرح جہنم سے چھٹکارا پاتے۔ پھر حضور ﷺ نے ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ پڑھ کر شروع سورت سے مسلمین تک تلاوت فرمائی۔ یہی روایت اور سند سے ہے اس میں اعوذ کے بدلے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کا پڑھنا ہے [1] اور روایت میں ہے کہ ان مسلمان گنہگاروں سے مشرکین کہیں گے کہ تم تو دنیا میں یہ خیال کرتے تھے کہ تم اولیاء اللہ ہو پھر ہمارے ساتھ یہاں کیسے؟ یہ سن کر اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کی اجازت دے گا۔ پس فرشتے اور نبی اور مومن شفاعت کریں گے اور اللہ انہیں جہنم سے چھوڑتا جائے گا اس وقت مشرک لوگ کہیں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے تو شفاعت سے محروم نہ رہتے اوران کے ساتھ جہنم سے چھوٹ جاتے۔ [2] یہی معنی اس آیت کے ہیں یہ لوگ جب جنت میں جائیں گے تو ان کے چہروں پر قدرے سیاہی ہوگی اس وجہ سے انہیں جہنمی کہا جاتا ہوگا۔ پھر یہ دعا کریں گے کہ اے اللہ! یہ لقب بھی ہم سے ہٹا دے پس انہیں جنت کی ایک نہر میں غسل کرنے کا حکم ہوگا اور وہ نام بھی ان سے دور کر دیا جائے گا۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بعض لوگوں کو ان کے گھٹنوں تک آگ پکڑ لے گی اور بعض کو زانوں تک اور بعض کو گردن تک جیسے جس کے گناہ اور جیسے جن کے اعمال ہوں گے۔ بعض ایک مہینے کی سزا بھگت کر نکل آئیں گے سب سے لمبی سزا والا وہ ہوگا جو جہنم میں اتنی مدت رہے گا جتنی مدت دنیا کی ہے یعنی دنیا کے پہلے دن سے دنیا کے آخری دن تک۔ جب ان کے نکالنے کا ارادہ اللہ تعالیٰ کرلے گا اس وقت یہود و نصاریٰ اور دوسرے دین والے جہنمی ان اہل توحید سے کہیں گے کہ تم اللہ پر' اس کی کتابوں پر' اس کے رسولوں پر ایمان لائے تھے پھر بھی آج ہم جہنم میں یکساں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو سخت غصہ آئے گا کہ ان کی اور کسی بات پر اتنا غصہ نہ آیا تھا پھر ان موحدوں کو جہنم سے نکال کر جنت کی نہر کے پاس لایا جائے گا۔ یہ ہے فرمان ﴿رُبَمَا يَوَدُّ﴾ الخ' میں۔ [3] پھر بطور ڈانٹ کے فرماتا ہے کہ انہیں کھاتے پیتے اور مزے کرتے چھوڑ دے آخر تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ تم کھا پی لو تمہارا مجرم ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ انہیں ان کی دور دراز کی خواہشیں توبہ کرنے سے' اللہ کی طرف جھکنے سے غافل رکھیں گی۔ عنقریب حقیقت کھل جائے گی۔

ہلاکت اتمام حجت کے بعد: ہم کسی بستی کو دلیلیں پہنچانے اور مقررہ وقت ختم ہونے سے پہلے ہلاک نہیں کرتے۔ ہاں جب وقت مقررہ آجاتا ہے پھر تقدیم تاخیر ناممکن ہے اس میں اہل مکہ کی تنبیہ ہے کہ وہ شرک سے' الحاد سے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے باز آجائیں ورنہ مستحق ہلاکت ہوجائیں گے اور اپنے وقت پر تباہ ہوجائیں گے۔

---

[1] [طبرانی کبیر کما فی المجمع (٤٨/٧) ابن ابی عاصم فی السنة (٨٤٣) مستدرك حاكم (٢٤٢/٢) بیهقی فی البعث (٧٩)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔]

[2] [**ضعیف** : طبرانی اوسط (٨١٠٦)] اس کی سند میں صالح راوی مجہول ہے۔]

[3] [**ضعیف** :ابن الجوزی فی العلل المتناهية (١٥٦٨/٢) الخطیب فی تاریخه (١٥٦/٦)]

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝۶ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰۗىِٕكَةِ
اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۷ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝۸
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹

کہنے لگے کہ اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے یقیناً تو تو کوئی دیوانہ ہے ○ اگر تو ایسا ہی ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟ ○ ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی اتارتے ہیں اور اس وقت وہ مہلت دیئے گئے نہیں ہوسکتے ○ ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں ○

کفار کی سرکشی: کافروں کا کفر ان کی سرکشی تکبر اور ضد کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ بطور مذاق اور ہنسی کے رسول اللہ ﷺ سے کہتے تھے کہ اے وہ شخص جو اس بات کا مدعی ہے کہ تجھ پر قرآن کا کلام اتر رہا ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ تو سراسر پاگل ہے کہ اپنی تابعداری کی طرف ہمیں بلا رہا ہے اور ہم سے کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے دین کو چھوڑ دیں۔ اگر سچا ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا جو تیری سچائی ہم سے بیان کریں۔ فرعون نے بھی یہی کہا تھا کہ ﴿فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ﴾ [1] الخ' اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ اس کے ساتھ مل کر فرشتے کیوں نہیں آئے؟۔ رب کی ملاقات کے منکروں نے آواز اٹھائی کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں کئے جاتے؟ یا یہی ہوتا کہ ہم خود اپنے پروردگار کو دیکھ لیتے دراصل یہ گھمنڈ میں آ گئے اور بہت ہی سرکش ہو گئے۔ فرشتوں کو دیکھ لینے کا دن جب آ جائے گا تو اس دن ان گنہگاروں کو کوئی خوشی نہ ہوگی۔ [2] یہاں بھی فرمان ہے کہ ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی اتارتے ہیں یعنی رسالت یا عذاب کے ساتھ۔ اس وقت پھر کافروں کو مہلت نہیں ملے گی۔ اس ذکر یعنی قرآن کو ہم نے ہی اتارا ہے اور اس کی حفاظت کے ذمے دار بھی ہم ہی ہیں' ہمیشہ تغیر و تبدیل سے بچا رہے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ لہ کی ضمیر کا مرجع نبی ﷺ ہیں یعنی قرآن اللہ کا ہی نازل کیا ہوا ہے اور نبی ﷺ کا حافظ وہی ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ [3] تجھے لوگوں کی ایذا رسانی سے اللہ محفوظ رکھے گا۔ لیکن پہلا معنی اولی ہے اور عبادت کی ظاہر روانی بھی اسی کو ترجیح دیتی ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۰ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا
بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۱ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۲ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ
خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳

ہم نے اگلی امتوں میں بھی اپنے رسول برابر بھیجے ○ لیکن جو رسول آیا اسی کا انہوں نے مذاق اڑایا ○ گنہگاروں کے دلوں میں ہم اسی طرح یہی رچا دیا کرتے ہیں ○ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور یقیناً اگلوں کا طریقہ گزرا ہوا ہے ○

اللہ تعالی اپنے نبی کو تسکین دیتا ہے کہ جس طرح لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں اسی طرح آپ سے پہلے کے

---

[1] [الزخرف: ۵۳] [2] [الفرقان: ۲۱، ۲۲] [3] [المائدہ: ۶۷]

نبیوں کو بھی وہ جھٹلا چکے ہیں۔ ہر امت کے رسول کی تکذیب ہوئی ہے اور اسے مذاق میں اڑایا گیا ہے۔ ضدی اور متکبر گروہ کے دلوں میں بہ سبب ان کے حد سے بڑھے ہوئے گناہوں کے تکذیب رسول سمودی جاتی ہے یہاں مجرموں سے مراد مشرکین ہیں۔ وہ حق کو قبول کرتے ہی نہیں، نہ کریں۔ اگلوں کی عادت ان کے سامنے ہے جس طرح وہ ہلاک اور برباد ہوئے اور ان کے انبیاء نجات پا گئے اور ایمان دار عافیت حاصل کر گئے۔ وہی نتیجہ یہ بھی یاد رکھیں۔ دنیا آخرت کی بھلائی نبی ﷺ کی متابعت میں اور دونوں جہان کی رسوائی نبی کی مخالفت میں ہے۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ﴿۱۵﴾ ع

اگر ہم ان پر آسمان کا دروازہ کھول بھی دیں اور یہ وہاں چڑھنے بھی لگ جائیں ○ جب بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بند کر دی گئی ہے بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر دیا ہے ○

ان کی سرکشی، ضد، ہٹ دھرمی، خود بینی، اور باطل پرستی کی تو یہ کیفیت ہے کہ بالفرض اگر ان کیلئے آسمان کا دروازہ کھول دیا جائے اور انہیں وہاں چڑھا دیا جائے تو بھی یہ حق کو حق کہہ کر نہ دیں گے بلکہ اس وقت بھی ہانک لگائیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے، آنکھیں بہکا دی گئی ہیں، جادو کر دیا گیا ہے، نگاہ چھین لی گئی ہے، دھوکہ ہو رہا ہے، بیوقوف بنایا جا رہا ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ﴿۱۷﴾ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ ﴿۱۸﴾ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَن لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ﴿۲۰﴾

یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور دیکھنے والوں کیلئے اسے زینت والا کیا ہے ○ اور اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا ہے ○ ہاں جو سننے کو چرانا چاہے اس کے پیچھے کھلا شعلہ لگتا ہے ○ اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا ہے اور اس پر پہاڑ لا رکھے ہیں اور اس میں ہم نے ہر چیز باندازہ اگا دی ہے ○ اور اسی میں ہم نے تمہاری روزیاں بنا دی ہیں اور جنہیں تم روزی دینے والے نہیں ہو ○

تاروں کے ذریعے شیاطین کو مار: اس بلند آسمان کا جو ٹھہرے رہنے والے اور چلنے پھرنے والے ستاروں سے زینت دار ہے، پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ جو بھی اسے غور و فکر سے دیکھے وہ عجائبات قدرت اور نشانات عبرت اپنے لئے بہت سے پا سکتا ہے۔ بروج سے مراد یہاں ستارے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا﴾ [1] الخ، بعض کا قول ہے کہ مراد سورج چاند کی منزلیں ہیں۔ عطیہ کہتے ہیں وہ

[1] [سورۃ الفرقان: آیت ٦١]

جگہیں جہاں چوکی پہرے ہیں۔ اور جہاں سے سرکش شیطانوں پر مار پڑتی ہے کہ وہ بلند و بالا فرشتوں کی گفتگو نہ سن سکیں۔ جو آگے بڑھتا ہے' شعلہ اس کے جلانے کو لپکتا ہے۔ کبھی تو نیچے والے کے کان میں بات ڈالنے سے پہلے ہی اس کا کام ختم ہو جاتا ہے' کبھی اس کے برخلاف بھی ہوتا ہے جیسے کہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں صراحتاً مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کی بابت فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے عاجزی کے ساتھ اپنے پر جھکا لیتے ہیں جیسے زنجیر پتھر پر۔ پھر جب ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں تو دریافت کرتے ہیں کہ تمہارے رب کا کیا ارشاد ہوا؟ ۔ وہ کہتے ہیں جو بھی فرمایا حق ہے اور وہی بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔ فرشتوں کی باتوں کو چوری سننے کیلئے جنات اوپر کی طرف چڑھتے ہیں اور اس طرح ایک پر ایک ہوتا ہے۔ راوی حدیث حضرت سفیان نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اس طرح بتایا کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے ایک کو ایک پر رکھ لی۔ شعلہ اس سننے والے کا کام کبھی تو اس سے پہلے ہی ختم کر دیتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ کے کان میں کہہ دے۔ اسی وقت وہ جل جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ اسے اور وہ اپنے سے نیچے والے کو اور اسی طرح مسلسل پہنچا دے اور وہ بات زمین تک آ جائے اور جادوگر یا کاہن کے کان اس سے آشنا ہو جائیں پھر تو وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر پھیلا دیتے ہیں۔ جب اس کی وہ ایک بات جو آسمان سے اسے اتفاقاً پہنچ گئی تھی صحیح نکلتی ہے تو لوگوں میں اس کی دانشمندی کے چرچے ہونے لگتے ہیں کہ دیکھو فلاں نے فلاں دن یہ کہا تھا بالکل سچ نکلا۔ [1] پھر اللہ تعالیٰ زمین کا ذکر فرماتا ہے کہ اسی نے اسے پیدا کیا' پھیلایا' اس میں پہاڑ بنائے' جنگل اور میدان قائم کئے' کھیت اور باغات اور تمام چیزیں اندازے' مناسبت اور موزونیت کے ساتھ ہر ایک موسم' ہر ایک زمین' ہر ایک ملک کے لحاظ سے بالکل ٹھیک پیدا کیں جو بازار کی زینت اور لوگوں کیلئے خوشگوار ہیں۔ زمین میں قسم قسم کی مشیت اس نے پیدا کر دی اور انہیں بھی پیدا کیا جن کے روزی رساں تم نہیں ہو۔ یعنی چوپائے اور جانور' لونڈی غلام وغیرہ۔ پس قسم قسم کی چیزیں' قسم قسم کے اسباب' قسم قسم کی راحت' ہر طرح کے آرام اس نے تمہارے لئے مہیا کر دیئے۔ کمائی کے طریقے تمہیں سکھائے جانوروں کو تمہارے زیر دست کر دیا تاکہ کھاؤ بھی' سواریاں بھی کرو' لونڈی غلام دیئے کہ راحت و آرام حاصل کرو۔ ان کی روزیاں بھی کچھ تمہارے ذمہ نہیں بلکہ ان کا رزاق بھی اللہ ہے۔ نفع تم اٹھاؤ روزی وہ پہنچائے۔ فسبحانہ اعظم شانہ۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا
الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾
وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ
مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب حتی اذا فزع عن قلوبهم قالو (٤٨٠٠) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة سبا (٣٢٢٣) ابن ماجه : مقدمه : باب فیما انکرت الجهمیة (١٩٤) ابوداؤد : کتاب الحروف والقراءات (٣٩٨٩)]

جتنی بھی چیزیں ہیں سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں ہم ہر چیز کو اس کے مقررہ انداز سے اتارتے ہیں ○ ہم بوجھل کرنے والی ہوائیں چلا کر پھر آسمان سے پانی برسا کر تمہیں وہ پلاتے ہیں' تم کچھ اس کے ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو ○ ہم ہی جلاتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی بالآخر وارث ہیں۔ تم میں سے آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے بھی ہمارے علم میں ہیں ○ تیرا رب سب لوگوں کو جمع کرے گا' یقیناً وہ بڑی حکمتوں والا بڑے علم والا ہے ○

اللہ کے پاس ہر چیز کے خزانے: تمام چیزوں کا تنہا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہر کام اس پر آسان ہے۔ ہر قسم کی چیزوں کے خزانے اس کے پاس موجود ہیں۔ جتنا' جب اور جہاں چاہتا ہے' نازل فرماتا ہے۔ اپنی حکمتوں کا عالم وہی ہے۔ بندوں کی مصلحتوں سے بھی واقف وہی ہے۔ یہ محض اس کی مہربانی ہے ورنہ کون ہے جو اس پر جبر کر سکے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر سال بارش برابر ہی برستی ہے۔ ہاں تقسیم اللہ کے ہاتھ ہے' پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ حکم بن عیینہ سے بھی یہی قول مروی ہے' کہتے ہیں کہ بارش کے ساتھ اس قدر فرشتے اترتے ہیں' جن کی گنتی کل انسانوں اور جنات سے زیادہ ہوتی ہے' ایک ایک قطرے کا خیال رکھتے ہیں کہ وہ کہاں برسا اور اس سے کیا اگا؟۔ بزار میں ہے کہ اللہ کے پاس کے خزانے کیا ہیں؟ صرف کلام ہے جب کہا ہو جا ہو گیا۔ [1] اس کا ایک راوی قوی نہیں۔ ہوا چلا کر ہم بادلوں کو پانی سے بوجھل کر دیتے ہیں' اس میں سے پانی برسنے لگتا ہے' یہی ہوائیں چل کر درختوں کو باردار کر دیتی ہیں کہ پتے اور کونپلیں پھوٹنے لگتی ہیں' اس وصف کو بھی خیال میں رکھئے کہ یہاں جمع کا صیغہ لائے ہیں اور ریح عقیمہ میں وصف وحدت کے ساتھ کیا ہے تا کہ کثرت سے نتیجہ برآمد ہو۔ بارداری کم از کم دو چیزوں کے بغیر ناممکن ہے۔ ہوا چلتی ہے وہ آسمان سے پانی اٹھاتی ہے اور بادلوں کو پر کر دیتی ہے۔ ایک ہوا ہوتی ہے جو زمین میں پیداوار کی قوت پیدا کرتی ہے' ایک ہوا ہوتی ہے جو بادلوں کو ادھر ادھر سے اٹھاتی ہے' ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں جمع کر کے تہہ بہ تہہ کر دیتی ہے' ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں پانی سے بوجھل کر دیتی ہے' ایک ہوا ہوتی ہے جو درختوں کو پھل دار ہونے کے قابل کر دیتی ہے۔ ابن جریر میں بہ سند ضعیف ایک حدیث مروی ہے کہ جنوبی ہوا جنتی ہے اس میں لوگوں کے منافع ہیں اور اسی کا ذکر کتاب اللہ میں ہے۔ [2] مسند حمیدی کی حدیث میں ہے کہ ہواؤں کے سات سال بعد اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ہوا پیدا کی ہے جو ایک دروازے سے رکی ہوئی ہے۔ اسی بند دروازے سے تمہیں ہوا پہنچتی ہے' اگر وہ کھل جائے تو زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہوا سے الٹ پلٹ ہو جائیں۔ اللہ کے ہاں اس کا نام ازیب ہے' تم اسے جنوبی ہوا کہتے ہو۔ [3] پھر فرماتا ہے کہ اس کے بعد ہم تم پر میٹھا پانی برساتے ہیں کہ تم پیو اور کام میں لاؤ۔ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا اور کھاری کر دیں۔ جیسے سورۂ واقعہ میں فرمان ہے کہ جس میٹھے پانی کو تم پیا کرتے ہو اسے بادل سے برسانے والے بھی کیا تم ہی ہو؟ یا ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا کر دیں تعجب ہے کہ تم ہماری شکر

---

[1] [ضعیف جدا: اس کی سند میں اغلب بن تمیم راوی ضعیف ہے۔ [دیکھئے: المیزان (۱۰۲۱)]

[2] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۱۱۰۹)] اس کی سند میں یزید اور عبیس دو راوی ضعیف ہیں۔]

[3] [ضعیف: مسند بزار (۲۰۸۸)] اس کی سند میں یزید بن عیاض کذاب ہے۔]

گزاری نہیں کرتے؟ [1] اور آیت میں ہے اسی اللہ نے تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا۔ [2] الخ تم اس کے خازن یعنی مانع اور حافظ نہیں ہو۔ ہم ہی برساتے ہیں ہم ہی جہاں چاہتے ہیں' پہنچاتے ہیں' جہاں چاہتے ہیں' محفوظ کر دیتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں زمین میں دھنسا دیں۔ یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ اسے برسایا' بچایا' میٹھا کیا' ستھرا کیا تا کہ تم پیو' اپنے جانوروں کو پلاؤ۔ اپنی کھیتیاں اور باغات بساؤ' اپنی ضرورتیں پوری کرو۔

ہم مخلوق کی ابتدا اور پھر اس کے اعادہ پر قادر ہیں۔ سب کو عدم سے وجود میں لائے۔ سب کو پھر معدوم ہم کریں گے۔ پھر قیامت کے دن سب کو اٹھا بٹھائیں گے۔ زمین کے اور زمین کے وارث ہم ہی ہیں۔ سب کے سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔ ہمارے علم کی انتہا نہیں۔ اول آخر سب ہمارے علم میں ہے۔ پس آگے والوں سے مراد تو اس زمانے سے پہلے کے لوگ ہیں حضرت آدم علیہ السلام تک کے۔ اور پچھلوں سے مراد اس زمانے کے اور آئندہ زمانے کے لوگ ہیں۔ مروان بن حکم سے مروی ہے کہ بعض لوگ بوجہ عورتوں کے پچھلی صفوں میں رہا کرتے تھے پس یہ آیت اتری۔ اس بارے میں ایک بہت ہی غریب حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔ ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بہت ہی خوش شکل عورت نماز میں آیا کرتی تھی تو بعض مسلمان اس خیال سے کہ اس پر نگاہ نہ پڑے آگے بڑھ جاتے تھے اور بعض ان کے خلاف اور پیچھے ہٹ آتے تھے اور سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھوں تلے سے دیکھتے تھے پس یہ آیت اتری [3] لیکن اس روایت میں سخت نکارت ہے۔ عبدالرزاق میں ابوالجوزاء کا قول اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ نماز کی صفوں میں آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے۔ یہ صرف ان کا قول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس میں ذکر نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہی یہی زیادہ مشابہ ہے۔ واللہ اعلم۔ محمد بن کعب کے سامنے عون بن عبداللہ جب یہ کہتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں یہ مطلب نہیں بلکہ اگلوں سے مراد وہ ہیں جو مر چکے اور پچھلوں سے مراد پیدا شدہ اور پیدا ہونے والے ہیں۔ تیرا رب سب کو جمع کرے گا وہ حکمت والا ہے۔ یہ سن کر حضرت عون رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ آپ کو توفیق اور جزائے خیر دے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ
قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُومِ ﴿۲۷﴾

یقیناً ہم نے انسان کو خشک مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی تھی پیدا فرمایا ہے ○ اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا ○

انسانی کی پیدائش مٹی سے اور جنات کی آگ سے: ((صَلْصَال)) سے مراد خشک مٹی ہے۔ اسی جیسی آیت

---

[1] [سورۃ الواقعہ: آیت ۶۸،۷۰] [2] [سورۃ النحل: آیت ۱۰]

[3] [صحیح: ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلاۃ: باب الخشوع فی الصلاۃ (۱۰۴۶) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ الحجر (۳۱۲۲) نسائی: کتاب الامامۃ: باب المنفرد خلف الصف (۸۶۹) مستدرک حاکم (۲/۳۵۳)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلۃ الصحیحۃ (۲۴۷۲)]

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ○ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ﴾ [1] ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ بودار مٹی کو حما کہتے ہیں۔ چکنی مٹی کو مسنون کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں تر مٹی۔ اوروں سے مروی ہے بودار مٹی اور گوندھی ہوئی مٹی۔ انسان سے پہلے ہم نے جنات کو جلا دینے والی آگ سے بنایا ہے۔ سموم کہتے ہیں آگ کی گرمی کو اور حرور کہتے ہیں دن کی گرمی کو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس گرمی کی لوئیں اس گرمی کا سترھواں حصہ ہیں۔ جس سے جن پیدا کئے گئے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جن آگ کے شعلے سے بنائے گئے ہیں یعنی آگ سے بہت بہتر۔ عمرو کہتے ہیں سورج کی آگ سے۔ صحیح میں وارد ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے اور جن شعلے والی آگ سے اور آدم علیہ السلام اس سے جو تمہارے سامنے بیان کر دیا گیا ہے۔ [2] اس آیت سے مراد حضرات آدم علیہ السلام کی فضیلت و شرافت اور ان کے عنصر کی پاکیزگی اور طہارت کا بیان ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾

جب کہ تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان کو خمیر کی ہوئی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں ○ تو جب کہ میں اسے پورا بنا لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کیلئے سجدے میں گر پڑنا ○ چنانچہ تمام فرشتوں نے سب کے سب نے سجدہ کر لیا ○ مگر ابلیس' کہ اس نے سجدہ کرنے والوں میں شمولیت کرنے سے صاف انکار کر دیا ○ فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ ○ وہ بولا کہ میں ایسا نہیں کہ اس انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے ○

ابلیس کا سجدے سے انکار: اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ان کی پیدائش کا ذکر اس نے فرشتوں میں کیا اور پیدائش کے بعد سجدہ کرایا۔ اس حکم کو تو سب نے مان لیا لیکن ابلیس لعین نے انکار کر دیا اور کفر و حسد' انکار و تکبر' فخر و غرور کیا۔ صاف کہا کہ میں آگ کا بنایا ہوا یہ خاک کا بنایا ہوا۔ میں جو اس سے بہتر ہوں [3] اس کے سامنے کیوں جھکوں؟ اگر چہ تو نے اسے مجھ پر بزرگی دی لیکن میں انہیں گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے یہاں پر ایک عجیب و غریب اثر وارد کیا ہے۔ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ

[1] [سورۃ الرحمن: آیت ۱۴، ۱۵]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الزهد: باب في احاديث المتفرقة (۲۹۹۶) مسند احمد (۶/۱۵۳)]

[3] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۲]

نے فرشتوں کو پیدا کیا ان سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں' تم اسے سجدہ کرنا انہوں نے کہا' ہم ایسا نہ کریں گے۔ چنانچہ اسی وقت ان کو آگ نے جلا دیا۔ پھر اور فرشتے پیدا کیے گئے' ان سے بھی یہی کہا گیا انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے سنا اور تسلیم کیا۔ مگر ابلیس جو پہلے کے منکروں میں سے تھا۔ اپنے انکار پر جما رہا' لیکن اس کا ثبوت ان سے نہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسرائیلی روایت ہے۔ واللہ اعلم۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿۳۴﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۳۷﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿۳۸﴾

فرمایا اب تو بہشت سے نکل جا کیونکہ تو راندہ درگاہ ہے ○ اور تجھ پر میری پھٹکار ہے قیامت کے دن تک ○ کہنے لگا کہ اے میرے رب مجھے اس دن تک کی ڈھیل دے کہ لوگ دوبارہ اٹھا کھڑے کیے جاویں ○ فرمایا کہ اچھا تو ان میں ہے جنہیں مہلت ملی ہے ○ روز مقرر کے وقت تک کی ○

ابلیس پر ابدی لعنت: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم کا ارادہ کیا جو نہ ٹلے' نہ ٹالا جا سکے کہ تو اس بہترین اور اعلیٰ جماعت سے دور ہو جا تو پھٹکارا ہوا ہے۔ قیامت تک تجھ پر ابدی اور دوامی لعنت برسا کرے گی۔ کہتے ہیں کہ اسی وقت اس کی صورت بدل گئی اور اس نے نوحہ خوانی شروع کی' دنیا میں تمام نوحے اسی ابتدا سے ہیں۔ مردود و مطرود ہو کر پھر آتش حسد سے جلتا ہوا آرزو کرتا ہے کہ قیامت تک کی اسے ڈھیل دی جائے اسی کو یوم البعث کہا گیا ہے۔ پس اسکی یہ درخواست منظور کی گئی اور مہلت مل گئی۔

قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۳۹﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿۴۱﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿۴۲﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ ﴿۴۴﴾

کہنے لگا کہ اے میرے رب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لئے مزین کروں گا اور ان سب کو بھی بہکاؤں گا۔ بجز تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لئے گئے ہیں ○ ارشاد ہوا کہ ہاں یہی مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے ○ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں ○ یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے ○ جس کے سات دروازے ہیں' ہر دروازے کے لئے ان کا ایک حصہ بٹا ہوا ہے ○

ابلیس کی انسانیت کو گمراہی کرنے کی قسمیں: ابلیس کی سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ اس نے اللہ کے گمراہ کرنے کی قسم کھا کر کہا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے کہا کہ چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں بھی اولاد آدم کیلئے زمین میں تیری

نافرمانیوں کو خوب زینت دار کر کے دکھاؤں گا۔ اور انہیں رغبت دلا دلا کر نافرمانیوں میں مبتلا کروں گا' جہاں تک ہو سکے گا کوشش کروں گا کہ سب کو ہی بہکا دوں۔ لیکن ہاں تیرے خالص بندے میرے ہاتھ نہیں آ سکتے۔ ایک اور آیت میں بھی ہے کہ گو تو نے اسے مجھ پر برتری دی ہے لیکن اب میں بھی اس کی اولاد کے پیچھے پڑ جاؤں گا' چاہے کچھ تھوڑے سے چھوٹ جائیں گے باقی سب کو ہی لے ڈوبوں گا۔ [1] اس پر جواب ملا کہ سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے۔ اعمال کا بدلہ میں ضرور دوں گا کہ نیک کو نیک بد کو بد جیسے فرمان ہے کہ تیرا رب تاک میں ہے۔ [2] غرض لوٹنا اور لوٹنے کا راستہ اللہ ہی کی طرف ہے۔ علیٌّ کی ایک قراءت علیٌّ بھی ہے۔ جیسے آیت ﴿وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ [3] میں ہے یعنی بلند لیکن پہلی قراءت مشہور ہے۔ جن بندوں کو میں نے ہدایت پر لگا دیا ہے ان پر تیرا کوئی زور نہیں ہاں تیرا زور تیرے تابعداروں پر ہے۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ بستیوں سے باہر نبیوں کی مسجدیں ہوتی تھیں۔ جب وہ اپنے رب سے کوئی خاص بات معلوم کرنا چاہتے تو وہاں جا کر جو نماز مقدر میں ہوتی ادا کر کے سوال کرتے۔ ایک دن ایک نبی کے اور اس کے قبلہ کے درمیان شیطان بیٹھ گیا۔ اس نبی نے تین بار کہا ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ شیطان نے کہا اے اللہ کے نبی آخر آپ میرے داؤ سے کیسے بچ جاتے ہیں؟ نبی نے کہا تو بتا کہ تو بنی آدم پر کس داؤ سے غالب آ جاتا ہے؟ آخر معاہدہ ہوا کہ ہر ایک صحیح چیز دوسرے کو بتا دے تو نبی اللہ نے کہا سن اللہ کا فرمان ہے کہ میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی اثر نہیں۔ صرف ان پر جو خود گمراہ ہوں اور تیری ماتحتی کریں۔ اس اللہ کے دشمن نے کہا یہ آپ نے کیا کہا اسے تو میں آپ کی پیدائش سے پہلے سے جانتا ہوں' نبی نے کہا اور سن اللہ کا فرمان ہے کہ جب شیطانی حرکت ہو تو اللہ سے پناہ طلب کر' وہ سننے جاننے والا ہے۔ واللہ! تیری آہٹ پاتے ہی میں اللہ سے پناہ چاہ لیتا ہوں۔ اس نے کہا سچ ہے اس سے آپ میرے پھندے میں نہیں پھنستے۔ نبی اللہ نے فرمایا اب تو بتا کہ تو ابن آدم پر کیسے غالب آ جاتا ہے؟ اس نے کہا میں غصے اور خواہش کے وقت دبوچ لیتا ہوں۔ پھر فرماتا ہے کہ جو کوئی بھی ابلیس کی پیروی کرے' وہ جہنمی ہے۔ یہی فرمان قرآن سے کفر کرنے والوں کی نسبت ہے۔

پھر ارشاد ہوا کہ جہنم کے کئی ایک دروازے ہیں ہر دروازے سے جانے والا ابلیسی گروہ مقرر ہے۔ اپنے اپنے اعمال کے مطابق ان کیلئے دروازے تقسیم شدہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا جہنم کے دروازے اس طرح ہیں یعنی ایک پر ایک اور وہ سات ہیں ایک کے بعد ایک کر کے ساتوں دروازے پر ہو جائیں گے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سات طبقے ہیں۔ ابن جریج سات دروازوں کے ہی نام بتلاتے ہیں۔ جہنم۔ لظی۔ حطمہ۔ سعیر۔ سقر۔ جحیم۔ ھاویہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ باعتبار اعمال ان کی منزلیں ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں مثلاً ایک دروازہ یہود کا' ایک نصاریٰ کا' ایک صابیوں کا' ایک مجوسیوں کا' ایک

---

(1) [سورۃ الاسراء: آیت ٦٢]

(2) [سورۃ الفجر: آیت ١٤]

(3) [سورۃ الزخرف: آیت ٤]

مشرکوں کا فروں کا' ایک منافقوں کا' ایک اہل توحید کا' لیکن توحید والوں کو چھٹکارے کی امید ہے باقی سب ناامید ہو گئے ہیں۔ ترمذی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جہنم کے سات دروازے ہیں۔ جن میں سے ایک ان کیلئے ہے جو میری امت پر تلوار اٹھائے۔ [1] ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعض دوزخیوں کے ٹخنوں تک آگ ہوگی۔ بعض کی کمر تک۔ غرض گناہوں کی مقدار کے حساب سے۔ [2]

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤٥﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ
مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا
بِمُخْرَجِيْنَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٤٩﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿٥٠﴾

پرہیزگار لوگ جنتی باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ سلامتی اور امن کے ساتھ یہاں آ جاؤ ○ ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش وکینہ تھا ہم سب کچھ نکال دیں گے بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے شاہی تختوں پر بیٹھے ہوں گے ○ نہ تو وہاں انہیں کوئی تکلیف چھو سکتی ہے اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکال دیئے جائیں گے۔ میرے بندوں کو خبر کر دے کہ میں بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہوں ○ اور ساتھ ہی میرے عذاب بھی نہایت دردناک والے ہیں ○

جنتی باغوں اور چشموں میں: دوزخیوں کا ذکر کر کے اب جنتیوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ باغات' نہروں اور چشموں میں ہوں گے۔ ان کو بشارت سنائی جائے گی کہ اب تم ہر آفت سے بچ گئے ہر ڈر خوف اور گھبراہٹ سے مطمئن ہو گئے' نہ نعمتوں کے زوال کا ڈر' نہ یہاں سے نکالے جانے کا خطرہ نہ فنا نہ کمی۔ اہل جنت کے دلوں میں گو دنیوی رنجشیں باقی رہ گئی ہوں مگر جنت میں جاتے ہی ایک دوسرے سے مل کر گلے شکوے ختم ہو جائیں گے۔ حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی سینے بے کینہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ مرفوع حدیث میں بھی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مومن جہنم سے نجات پا کر جنت دوزخ کے درمیان کے پل پر روک لئے جائیں گے جو ناچاقیاں اور ظلم آپس میں تھے' ان کا ادلہ بدلہ ہو جائے گا اور پاک دل اور صاف سینہ ہو کر جنت میں جائیں گے۔ [3] اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی اجازت مانگی' اس وقت آپ کے پاس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے بیٹھے تھے تو آپ نے کچھ دیر کے بعد اسے اندر بلایا اس نے کہا شاید ان کی وجہ سے مجھے آپ نے دیر سے اجازت دی۔ آپ نے فرمایا سچ ہے۔ کہا پھر تو اگر آپ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہوں تو

---

[1] [ضعيف : ترمذی : کتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة الحجر (٣١٢٣) مسند احمد (٢/٩٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعيف ترمذی ، المشكاة (٣٥٣٠)]

[2] [اسناده ضعيف وهو حديث صحيح : شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے مگر یہ حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحيح مسلم : كتاب الجنة : باب جهنم اعاذنا الله منها (٢٨٤٥) مسند احمد (٥/١٠)]

[3] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب الرقاق : باب القصاص يوم القيامة (٦٥٣٥) مسند احمد (٣/١٣)]

بھی آپ مجھے اسی طرح روک دیں گے؟ آپ نے فرمایا بیشک مجھے تو اللہ سے امید ہے کہ میں اور عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہوں گے، جن کی شان میں یہ ہے کہ ان کے دلوں میں جو کچھ خفگی تھی ہم نے دور کر دی، بھائی بھائی ہو کر آمنے سامنے تخت شاہی پر جلوہ فرما ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ عمران بن طلحہ اصحاب جمل سے فارغ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ نے انہیں مرحبا کہا اور فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میں اور تمہارے والد ان میں سے ہیں جن کے دلوں کے غصے اللہ دور کر کے بھائی بھائی بنا کر جنت کے تختوں پر آمنے سامنے بٹھائے گا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سن کر فرش کے کونے پر بیٹھے ہوئے دو شخصوں نے کہا، اللہ کا عدل اس سے بہت بڑھا ہوا ہے کہ جنہیں آپ قتل کریں ان کے بھائی بن جائیں؟ آپ نے غصے سے فرمایا اگر اس آیت سے مراد میرے اور طلحہ جیسے لوگ نہیں تو اور کون ہوں گے؟ اور روایت میں ہے کہ قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے یہ کہا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دھمکی اور بلند آواز سے یہ جواب دیا تھا کہ محل ہل گیا۔ اور روایت میں ہے کہ کہنے والے کا نام حارث اعور تھا اور اس کی اس بات پر آپ نے غصے ہو کر جو چیز آپ کے ہاتھ میں تھی وہ اس کے سر پر مار کر یہ فرمایا تھا۔ ابن جرموز جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا جب دربار علی رضی اللہ عنہ میں آیا تو آپ نے اسے بڑی دیر بعد داخلے کی اجازت دی۔ اس نے آ کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بلوائی کہہ کر برائی سے یاد کیا تو آپ نے فرمایا تیرے منہ میں مٹی۔ میں اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم تو ان شاء اللہ ان لوگوں میں ہیں جن کی بابت اللہ کا یہ فرمان ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ہم بدریوں کی بابت یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ کثیر کہتے ہیں میں ابو جعفر محمد بن علی کے پاس گیا اور کہا کہ میرے دوست آپ کے دوست ہیں اور مجھ سے مصالحت رکھنے والے آپ سے مصالحت رکھنے والے ہیں۔ میرے دشمن آپ کے دشمن ہیں اور مجھ سے لڑائی رکھنے والے آپ سے لڑائی رکھنے والے ہیں۔ واللہ! میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بری ہوں۔ اس وقت حضرت ابو جعفر نے فرمایا اگر میں ایسا کروں تو یقیناً مجھ سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں۔ ناممکن کہ میں اس وقت ہدایت پر قائم رہ سکوں۔ ان دونوں بزرگوں یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے تو اے کثیر محبت رکھ، اگر تجھے کچھ گناہ ہو تو میری گردن پر۔ پھر آپ نے اسی آیت کے آخری حصہ کی تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا کہ یہ ان دس شخصوں کے بارے میں ہے ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن جبیر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم یہ آمنے سامنے ہوں گے تاکہ کسی کی طرف کسی کی پیٹھ نہ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مجمع میں آ کر اسے تلاوت فرما کر فرمایا یہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔ وہاں انہیں کوئی مشقت، تکلیف اور ایذا نہ ہو گی۔ (۱) بخاری و مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اللہ کا حکم ہوا ہے کہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت کے سونے کے محل کی خوشخبری سنا دوں جس میں نہ شور و غل ہے نہ تکلیف و مصیبت۔ (۲) یہ جنتی جنت سے کبھی نکالے نہ جائیں گے حدیث میں ہے ان سے فرمایا جائے گا کہ اے جنتیو! تم

---

(۱) [ضعیف: اس کی سند میں سعید بن شرحبیل راوی مجہول ہے۔]

(۲) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب تزویج النبی خدیجة وفضلها (۳۸۲۰) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل خدیجة ام المومنین (۲۴۳۲، ۲۴۳۴)]

ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ پڑو گے اور ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو گے اور ہمیشہ جوان رہو گے۔ کبھی بوڑھے نہ بنو گے اور ہمیشہ یہیں رہو گے کبھی نہ نکالے جاؤ گے [1] اور آیت میں ہے کہ وہ تبدیلی مکان کی خواہش ہی نہ کریں گے نہ ان کی جگہ ان سے چھٹے گی۔ [2] اے نبی ﷺ! آپ میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ میں ارحم الراحمین ہوں۔ اور میرے عذاب بھی نہایت سخت ہیں۔ اس جیسی آیت اور بھی گزر چکی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مومن کو امید کے ساتھ ڈر بھی رکھنا چاہئے۔ حضور ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آتے ہیں اور انہیں ہنستا ہوا دیکھ کر فرماتے ہیں جنت دوزخ کی یاد کرو اس وقت یہ آیتیں اتریں۔ [3]

یہ مرسل حدیث ابن ابی حاتم میں ہے۔ آپ بنو شیبہ کے دروازے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آ کر کہتے ہیں میں تو تمہیں ہنستے ہوئے دیکھ رہا ہوں یہ کہہ کر واپس مڑ گئے اور حطیم کے پاس سے ہی الٹے پاؤں پھر ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ ابھی میں جا ہی رہا تھا' جو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ تو میرے بندوں کو ناامید کر رہا ہے؟ انہیں میرے غفور ورحیم ہونے کی اور میرے عذابوں کے المناک ہونے کی خبر دے دے۔ [4] اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر میرے بندے اللہ تعالیٰ کی معافی کو معلوم کر لیں تو حرام سے بچنا چھوڑ دیں اور اگر اللہ کے عذاب کو معلوم کر لیں تو اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں۔ [5]

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ ﴿٥١﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا ۖ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلٰٓى أَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ﴿٥٤﴾ قَالُوا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ إِلَّا الضَّآلُّونَ ﴿٥٦﴾

وقف لازم

انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا بھی حال سنا دے ○ کہ انہوں نے اس کے پاس آ کر سلام کہا تو اس نے کہا ہم کو تم سے ڈر لگتا ہے ○ انہوں نے کہا ڈر نہیں ہم تجھے ہوشیار' دانا فرزند کی بشارت دیتے ہیں ○ کہا کیا اس بڑھاپے کے دبوچ لینے کے بعد تم مجھے خوشخبری دیتے ہو؟ یہ خوشخبری تم کیسے دے رہے ہو؟ ○ انہوں نے کہا بالکل سچی' تجھے لائق نہیں کہ ناامید لوگوں میں شامل ہو جا ○ کہا اپنے رب کی رحمت سے ناامید تو صرف گمراہ اور بہکے ہوئے لوگ ہی ہوتے ہیں ○

فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس: لفظ ((ضَیْف)) واحد اور جمع دونوں پر بولا جاتا ہے۔ جیسے ((زور)) اور

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب فی دوام نعیم اهل الجنة (٢٨٣٧) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورة الزمر (٣٢٤٦)]

[2] [سورة الکهف: آیت ١٠٨]

[3] [ضعیف : مجمع الزوائد (١١١٠٧)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٢١٢١٤)] اس کی سند میں مصعب بن عبیدہ ضعیف ہے۔]

[5] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (٢١٢١٣)]

((سفر))۔ یہ فرشتے تھے جو بصورت انسان سلام کر کے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس آئے تھے۔ آپ نے بچھڑا کاٹ کر اس کا گوشت بھون کر ان مہمانوں کے سامنے لا رکھا۔ جب دیکھا کہ وہ ہاتھ نہیں ڈالتے تو ڈر گئے اور کہا کہ ہمیں تو تم سے ڈر لگنے لگا۔ فرشتوں نے اطمینان دلایا کہ ڈرو نہیں، پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت سنائی۔ جیسے کہ سورۂ ہود میں ہے۔ تو آپ نے اپنے اور اپنی بیوی صاحبہ کے بڑھاپے کو سامنے رکھ کر اپنا تعجب دور کرنے اور وعدے کو ثابت کرنے کیلئے پوچھا کہ کیا اس حالت میں ہمارے ہاں بچہ ہوگا؟ فرشتوں نے دوبارہ زور دار الفاظ میں وعدے کو دہرایا اور نا امیدی سے دور رہنے کی تعلیم دی۔ تو آپ نے اپنے عقیدے کا اظہار کر دیا کہ میں مایوس نہیں ہوں۔ میں ایمان رکھتا ہوں کہ میرا رب اس سے بھی بڑی باتوں پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾
اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع

پوچھا کہ اے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتو تمہارا ایسا کیا اہم کام ہے؟ ○ انہوں نے کہا ہم گنہگار لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں ○ مگر خاندان لوطؑ کہ ہم ان سب کو تو ضرور بچالیں گے ○ بجز لوط کی بیوی کے ہم نے اسے رکنے اور باقی رہ جانے والوں میں مقرر کر دیا ○

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جب ڈر خوف جاتا رہا بلکہ بشارت بھی مل گئی تو اب فرشتوں سے ان کے آنے کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم لوطیوں کی بستیاں الٹنے کیلئے آئے ہیں۔ مگر حضرت لوط علیہ السلام کی آل نجات پالے گی۔ ہاں اس آل میں سے ان کی بیوی نہیں بچ سکتی وہ قوم کے ساتھ رہ جائے گی اور ہلاکت میں ان کے ساتھ ہی ہلاک ہوگی۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ
بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾

جب بھیجے ہوئے فرشتے آل لوط کے پاس پہنچے ○ تو لوط نے کہا تم لوگ تو کچھ اجنبی سے معلوم ہو رہے ہو ○ انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہم تیرے پاس وہ چیز لائے ہیں جس میں یہ لوگ شک وشبہ کر رہے تھے ○ ہم تیرے پاس صریح حق لائے ہیں اور ہیں بھی بالکل سچے ○

فرشتے نوجوانوں کی صورت میں لوط علیہ السلام کے پاس: یہ فرشتے نوجوان حسین لڑکوں کی شکل میں حضور لوط علیہ السلام کے پاس گئے۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا تم بالکل ناشناس اور انجان لوگ ہو۔ تو فرشتوں نے راز کھول دیا کہ ہم اللہ کا عذاب لے کر آئے ہیں جسے آپ کی قوم نہیں مانتی تھی اور جس کے آنے میں شک شبہ کر رہی تھی۔ ہم حق بات اور قطعی حکم لے کر آئے ہیں اور فرشتے حقانیت کے ساتھ ہی نازل ہوا کرتے ہیں [1] اور ہم ہیں بھی سچے۔ جو خبر آپ کو دے رہے ہیں وہ ہو کر رہے گی آپ نجات پائیں گے اور آپ کی یہ کافر قوم ہلاک ہوگی۔

---

[1] [سورۃ الحجر: آیت ۸]

فَاَسۡرِ بِاَهۡلِكَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّيۡلِ وَاتَّبِعۡ اَدۡبَارَهُمۡ وَلَا يَلۡتَفِتۡ مِنۡكُمۡ اَحَدٌ وَّامۡضُوۡا حَيۡثُ تُؤۡمَرُوۡنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيۡنَاۤ اِلَيۡهِ ذٰلِكَ الۡاَمۡرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاۤءِ مَقۡطُوۡعٌ مُّصۡبِحِيۡنَ ﴿۶۶﴾

اب تو اپنے خاندان سمیت اس رات کے کسی حصہ میں چل دے تو آپ ان کے پیچھے رہنا اور خبر دار تم میں سے کوئی مڑ کر بھی نہ دیکھے اور جہاں کا تمہیں حکم کیا جا رہا ہے وہاں چلے جاؤ○ اور ہم نے اس کی طرف اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ صبح ہوتے ہوتے ان لوگوں کی جڑیں کاٹ دی جائیں گی○

لوط علیہ السلام کو فرشتوں کی ہدایت: حضرت لوط علیہ السلام سے فرشتے کہہ رہے ہیں کہ رات کا کچھ حصہ گزرتے ہی آپ اپنے والوں کو لے کر یہاں سے چلے جائیں۔ خود آپ ان سب کے پیچھے رہیں تاکہ ان کی اچھی طرح نگرانی کر چکیں۔ یہی سنت رسول اللہ ﷺ کی تھی کہ آپ لشکر کے آخر میں چلا کرتے تھے تاکہ کمزور اور گرے پڑے لوگوں کا خیال رہے۔ پھر فرما دیا کہ جب قوم پر عذاب آئے اور ان کا شور وغل سنائی دے تو ہرگز ان کی طرف نظریں نہ اٹھانا' انہیں اسی عذاب و سزا میں چھوڑ کر تمہیں جانے کا حکم ہے' چلے جاؤ گویا ان کے ساتھ کوئی تھا جو انہیں راستہ دکھاتا جائے۔ ہم نے پہلے ہی سے لوط علیہ السلام سے فرما دیا تھا کہ صبح کے وقت یہ لوگ مٹا دیئے جائیں گے۔ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ ان کے عذاب کا وقت صبح ہے جو بہت ہی قریب ہے۔ (1)

وَجَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ نَنۡهَكَ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَاۤءِ بَنٰتِىۡۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ﴿۷۲﴾

شہری لوگ خوشیاں مناتے ہوئے آئے○ لوط نے کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں تم مجھے رسوا نہ کرو○ اللہ سے ڈرو اور میری آبروریزی نہ کرو○ وہ بولے کیا ہم نے تجھے دنیا کے اجنبی لوگوں کی حمایت سے منع نہیں کر رکھا؟○ لوط نے کہا اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یہ میری بچیاں موجود ہیں۔ تیری عمر کی قسم وہ تو اپنی بدمستی میں سرگرداں تھے○

بدکردار قوم لوط: قوم لوط کو جب معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر نوجوان خوبصورت مہمان آئے ہیں تو اپنے بد ارادے سے خوشیاں مناتے ہوئے چڑھ دوڑے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھانا شروع کیا کہ اللہ سے ڈرو' میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو۔ اس وقت حضرت لوط علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ فرشتے ہیں۔ جیسے کہ سورۂ ھود میں ہے۔ یہاں گو اس کا ذکر بعد میں ہے اور فرشتوں کا ظاہر ہو جانا پہلے ذکر ہوا ہے لیکن اس سے ترتیب مقصود نہیں۔ واؤ ترتیب کیلئے ہوتا بھی نہیں اور خصوصاً ایسی جگہ جہاں اس کے خلاف دلیل موجود ہو۔ آپ ان سے کہتے ہیں کہ میری آبروریزی کے درپے نہ ہو جاؤ۔ لیکن وہ جواب دیتے ہیں کہ جب آپ کو یہ خیال تھا تو انہیں آپ نے اپنا مہمان کیوں بنایا؟ ہم تو آپ کو اس سے منع کر چکے ہیں۔ تب آپ نے انہیں مزید سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ

---

(1) [سورۃ ھود: آیت ۸۱]

تمہاری عورتیں جو میری لڑکیاں ہیں، وہ خواہش پوری کرنے کی چیزیں ہیں نہ کہ یہ۔ اس کا پورا بیان نہایت وضاحت کے ساتھ ہم پہلے کر چکے ہیں اس لئے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ یہ بدلوگ اپنی خرمستی میں تھے اور جو قضا اور عذاب ان کے سروں پر جھوم رہا تھا اس سے غافل تھے اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی عمر کی قسم کھا کر ان کی یہ حالت بیان فرما رہا ہے اس میں آنحضرت ﷺ کی بہت تکریم اور تعظیم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی جتنی مخلوق پیدا کی ہے ان میں حضور ﷺ سے زیادہ بزرگ کوئی نہیں۔ اللہ نے آپ کی حیات کے سوا کسی کی حیات کی قسم نہیں کھائی۔ ((سَكْرَة)) سے مراد ضلالت و گمراہی ہے، اسی میں وہ کھیل رہے تھے اور تردد میں تھے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً
مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٧٤﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾

پس سورج نکلتے نکلتے انہیں ایک بڑے زور کی آواز نے پکڑ لیا ○ بالآخر ہم نے اس شہر کو اوپر تلے کر دیا اور ان لوگوں پر کنکر والے پتھر برسائے ○ ہر ایک عبرت حاصل کرنے والے کیلئے تو اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ○ یہ بستی ایسی راہ پر ہے جو برابر چلتی رہتی ہے ○ اور اس میں ایمانداروں کے لئے بڑی نشانی ہے ○

قوم لوط کی ہلاکت: سورج نکلنے کے وقت آسمان سے ایک دل دہلانے والی اور جگر پاش پاش کر دینے والی چنگھاڑ کی آواز آئی۔ اور ساتھ ہی ان کی بستیاں اوپر کو اٹھیں آسمان کے قریب پہنچ گئیں اور وہاں سے الٹ دی گئیں اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا اوپر ہو گیا ساتھ ہی ان پر آسمان سے پتھر برسے ایسے جیسے پکی مٹی کے کنکر آلود پتھر ہوں۔ سورۂ ہود میں اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔ جو بھی بصیرت و بصارت سے کام لے، دیکھے، سنے، سوچے، سمجھے اس کیلئے تو ان بستیوں کی بربادی میں بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں۔ ایسے پاکباز لوگ ذرا ذرا سی چیزوں سے بھی عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں پند پکڑتے ہیں اور غور سے ان واقعات کو دیکھتے ہیں اور مقصد تک پہنچ جاتے ہیں۔ تأمل اور غور و خوض کر کے اپنی حالت سنوار لیتے ہیں۔ ترمذی وغیرہ میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مومن کی عقلمندی اور دور بینی کا لحاظ رکھو وہ اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ [1] اور حدیث میں ہے کہ وہ اللہ کے نور اور اللہ کی توفیق سے دیکھتا ہے۔ [2] اور حدیث میں ہے کہ اللہ کے

---

[1] [ضعیف: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الحجر (٣١٢٧) الخطیب (٢٤٢/٧) ابن جوزی فی الموضوعات (١٤٥/٤، ١٤٦) التاریخ الکبیر للبخاری (٣٥٤/١/٤) تفسیر ابن جریر الطبری (٢١٤٩) ابونعیم فی الحلیة (٢٨١/١٠)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، السلسلة الضعیفة (١٨٢١)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (٢١٢٥٥)] اس کی سند میں سلیمان بن سلمہ راوی ضعیف ہے۔]

بندے لوگوں کو ان کے نشانات سے پہچان لیتے ہیں۔ (۱) یہ لبستی شارع عام پر موجود ہے جس پر ظاہری اور باطنی عذاب آیا' الٹ گئی' پتھر کھائے' عذاب کا نشانہ بنی' اب ایک گندے اور بدمزہ کھائی کی جھیل سی بنی ہوئی ہے' تم رات دن وہاں سے آتے جاتے ہو تعجب ہے کہ پھر بھی عقلمندی سے کام نہیں لیتے۔ غرض صاف واضح اور آمد ورفت کے راستے پر یہ الٹی ہوئی لبستی موجود ہے۔ یہ بھی معنی کئے ہیں کہ وہ کتاب مبین میں ہے لیکن یہ معنی کچھ زیادہ بند نہیں بیٹھتے۔ واللہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والوں کیلئے یہ ایک کھلی دلیل اور جاری نشانی ہے کہ کس طرح اللہ اپنے والوں کو نجات دیتا ہے اور اپنے دشمنوں کو غارت کرتا ہے۔

وَإِنْ كَانَ أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ لَظٰلِمِينَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿۷۹﴾

ایکہ لبستی کے رہنے والے بھی بڑے ظالم تھے' جن سے ہم نے آخر انتقام لے ہی لیا ○ یہ دونوں شہر کھلے عام راستے پر ہیں ○

قوم شعیب کا انجام: اصحاب ایکہ سے مراد قوم شعیب ہے۔ ایکہ کہتے ہیں درختوں کے جھنڈ کو۔ ان کا ظلم علاوہ شرک وکفر کے غارتگری اور ناپ تول کی کمی بھی تھی۔ ان کی لبستی لوطیوں کے قریب تھی اور ان کا زمانہ بھی ان سے بہت قریب تھا۔ ان پر بھی ان کی پیہم شرارتوں کی وجہ سے عذاب الٰہی آیا۔ یہ دونوں بستیاں برسر شارع عام تھیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈراتے ہوئے فرمایا تھا کہ لوط کی قوم تم سے کچھ دور نہیں۔ (۲)

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿۸۱﴾ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا اٰمِنِينَ ﴿۸۲﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ﴿۸۳﴾ فَمَا أَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۸۴﴾

حجر والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔ جنہیں ہم نے اپنی نشانیاں بھی عطا فرمائی تھیں لیکن تاہم وہ ان سے گردن موڑنے والے ہی رہے ○ یہ لوگ اپنے مکان پہاڑوں میں خاطر جمعی سے تراش لیا کرتے تھے ○ آخر انہیں بھی صبح ہوتے ہوتے آواز تند نے آدبوچا ○ پس کسی تدبیر وکسب نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا ○

حجر والوں سے مراد ثمودی ہیں جنہوں نے اپنے نبی صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ ایک نبی کو جھٹلانے والا گویا سب نبیوں کا انکار کرنے والا ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ انہوں نے نبیوں کو جھٹلایا۔ ان کے پاس ایسے معجزے پہنچے جن سے حضرت صالح علیہ السلام کی سچائی ان پر کھل گئی۔ جیسے کہ ایک سخت پتھر کی چٹان سے اونٹنی کا نکلنا جو ان کے شہروں میں چرتی چگتی تھی اور ایک دن وہ پانی پیتی تھی ایک دن شہریوں کے جانور۔ مگر پھر بھی یہ لوگ

---

(۱) [حسن : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۱۲۵۲) مسند بزار (۳۶۳۲) طبرانی اوسط (۲۹۰۶)] امام ہیثمیؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (۲۶۸/۱۰) السلسلة الصحيحة (۱۶۹۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(۲) [سورة هود: آیت ۸۹]

گردن کش ہی رہے بلکہ اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ اس وقت حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا بس اب تین دن کے اندر اندر تم پر قہر الٰہی نازل ہوگا۔ یہ بالکل سچا وعدہ ہے اور اٹل عذاب ہے۔ ان لوگوں نے اللہ کی بتلائی ہوئی راہ پر بھی اپنے اندھے پن کو ترجیح دی۔ یہ لوگ صرف اپنی قوت جتانے اور ریاکاری ظاہر کرنے کے واسطے تکبر و تجبر کے طور پر پہاڑوں میں مکان تراشتے تھے۔ کسی خوف کے باعث یا ضرورتاً یہ چیز نہ تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک جاتے ہوئے ان کے مکانوں سے گزرے تو آپ نے سر پر کپڑا ڈال لیا اور سواری کو تیز چلایا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جن پر عذاب الٰہی اترا ہے ان کی بستیوں سے روتے ہوئے گزرو۔ اگر رونا نہ آئے تو رونی صورت بنا کر چلو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انہی عذابوں کا شکار تم بھی بن جاؤ۔ (1)

آخر ان پر ٹھیک چوتھے دن کی صبح عذاب الٰہی بصورت چنگھاڑ آیا۔ اس وقت ان کی کمائیاں کچھ کام نہ آئیں۔ جن کھیتیوں اور پھلوں کی حفاظت کے لئے اور انہیں بڑھانے کیلئے ان لوگوں نے اونٹنی کا پانی پینا ناپسند کر کے اسے قتل کر دیا تھا وہ آج بے سود ثابت ہوئے اور امر رب اپنا کام کر گیا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ
فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۝ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝

ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو حق کے ساتھ ہی پیدا فرمایا اور قیامت ضرور ضرور آنے والی ہے پس تو وضع داری اور اچھائی سے درگزر کر لے ○ یقیناً تیرا پروردگار ہی پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے ○

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی: اللہ نے تمام مخلوق عدل کے ساتھ بنائی ہے' قیامت آنے والی ہے' بروں کو برے بدلے نیکوں کو نیک بدلے ملنے والے ہیں۔ مخلوق باطل سے پیدا نہیں کی گئی۔ ایسا گمان کافروں کا ہوتا ہے اور کافروں کے لئے ویل دوزخ ہے۔ (2) اور آیت میں ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ میں نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟ بلندی والا ہے اللہ مالک حق جس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں عرش کا مالک وہی ہے۔ (3) پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ مشرکوں سے چشم پوشی کیجئے' ان کی ایذا اور جھٹلانا اور برا کہنا برداشت کر لیجئے۔ جیسے اور آیت میں ہے ان سے چشم پوشی کیجئے اور سلام کہہ دیجئے انہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔ (4) یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے تھا یہ آیت مکیہ ہے اور جہاد بعد از ہجرت مقرر اور شروع ہوا ہے۔ تیرا رب خالق ہے اور خالق مار ڈالنے کے بعد بھی پیدائش پر قادر ہے' اسے کسی چیز کی بار بار کی پیدائش عاجز نہیں کر سکتی۔ ریزوں کو جب بکھر جائیں وہ جمع کر کے جان ڈال سکتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ﴾ (5) الخ' آسمان و زمین کا خالق کیا ان جیسوں

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب نزول النبی الحجر (۴۴۱۹۔ ۴۴۲۰) صحیح مسلم: کتاب الزھد: باب النھی عن الدخول علی اھل الحجر (۲۹۸۰) مسند احمد (۲/۷۴)]

(2) [سورۃ ص: آیت ۲۷]

(3) [سورۃ المومنون: آیت ۱۱۵، ۱۱۶]

(4) [سورۃ الزخرف: آیت ۸۹]

(5) [سورۃ یسین: آیت ۸۱، ۸۳]

کی پیدائش کی قدرت نہیں رکھتا؟ بے شک وہ پیدا کرنے والا علم والا ہے وہ جب کسی بات کا ارادہ کرتا ہے تو اسے ہو جانے کو فرما دیتا ہے پس وہ ہو جاتی ہے۔ پاک ذات ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

یقیناً ہم نے تجھے سات آیتیں دے رکھی ہیں کہ دہرائی جاتی ہیں اور تجھے بزرگ قرآن بھی دے رکھا ہے○ تو ہرگز اپنی نظریں اس چیز کی طرف نہ دوڑا جس سے ہم نے ان میں سے کئی قسم کے لوگوں کو بہرہ مند کر رکھا ہے نہ تو ان پر افسوس کر اور مومنوں کیلئے اپنا بازو جھکائے رہ○

قرآن عظیم اور سبع مثانی: اے نبی ﷺ ہم نے جب قرآن عظیم جیسی لازوال دولت تجھے عنایت فرما رکھی ہے تو تجھے نہ چاہئے کہ کافروں کے دنیوی مال و متاع اور ٹھاٹھ باٹھ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھے۔ یہ تو سب فانی ہے اور صرف ان کی آزمائش کے لئے چند روز انہیں عطا ہوا ہے۔ ساتھ ہی تجھے ان کے ایمان نہ لانے پر صدمے اور افسوس کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ ہاں تجھے چاہئے کہ نرمی، خوش خلقی، تواضع اور ملنساری کے ساتھ مومنوں سے پیش آتا رہے۔ [1] جیسے ارشاد ہے ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ [2] الخ 'لوگو! تمہارے پاس تم میں سے ہی ایک رسول آ گئے ہیں جن پر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے جو تمہاری بہبودی کا دل سے خواہاں ہے جو مسلمانوں پر پرلے درجے کا شفیق و مہربان ہے۔ سبع مثانی کی نسبت ایک قول تو یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن کریم کی ابتدا کی سات لمبی سورتیں ہیں سورۂ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف، اور یونس۔ اس لئے کہ ان سورتوں میں فرائض کا، حدود کا، قصوں کا اور احکام کا خاص طریق پر بیان ہے اسی طرح مثالیں، خبریں اور عبرتیں بھی زیادہ ہیں۔ بعض نے سورۂ اعراف تک کی چھ سورتیں گنوا کر ساتویں سورت انفال اور براءۃ کو بتلایا ہے ان کے نزدیک یہ دونوں سورتیں مل کر ایک ہی سورت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھ ملی تھیں لیکن جب آپ نے تختیاں گرا دیں تو دو اٹھ گئیں اور چار رہ گئیں۔ ایک قول ہے قرآن عظیم سے مراد بھی یہی ہے۔ زیاد بن ابی مریم کہتے ہیں میں نے تجھے سات جزء دیئے ہیں۔ حکم منع، بشارت، ڈر، اور مثالیں، نعمتوں کا شمار اور قرآنی خبریں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد سبع مثانی سے سورۂ فاتحہ ہے جس کی سات آیتیں ہیں۔ یہ سات آیتیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سمیت ہیں۔ ان کے ساتھ اللہ نے تمہیں مخصوص کیا ہے یہ کتاب کا شروع ہیں۔ اور ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں۔ خواہ فرض نماز ہو خواہ نفل نماز ہو۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی قول کو پسند فرماتے ہیں اور اس بارے میں جو حدیثیں مروی ہیں ان سے اس پر استدلال کرتے ہیں ہم نے وہ تمام احادیث فضائل سورۂ فاتحہ میں اپنی تفسیر کے اول میں لکھ دی ہیں فالحمدللہ۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس جگہ دو حدیثیں وارد کی ہیں۔ ایک میں ہے حضرت ابوسعید

---

[1] [سورۃ الشعراء: آیت ۲۱۵]   [2] [سورۃ التوبہ: آیت ۱۲۸]

بن معلیٰ ؓ فرماتے ہیں میں نماز پڑھ رہا تھا جو آنحضرت ﷺ آئے مجھے بلایا لیکن میں آپ کے پاس نہ آیا نماز ختم کر کے پہنچا تو آپ نے پوچھا کہ اسی وقت کیوں نہ آئے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نماز میں تھا۔ آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ﴾ [1] یعنی ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی بات مان لو جب بھی وہ تمہیں پکاریں۔ سن اب میں تجھے مسجد میں سے نکلنے سے پہلے ہی قرآن کریم کی بہت بڑی سورت بتلاؤں گا۔ تھوڑی دیر میں جب حضور ﷺ تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کا وعدہ یاد دلایا آپ نے فرمایا وہ سورۂ الحمدللہ رب العالمین ہے یہی سبع مثانی ہے اور یہی بڑا قرآن ہے جو میں دیا گیا ہوں۔ [2] دوسری حدیث میں آپ کا فرمان ہے کہ ام القرآن یعنی سورۂ فاتحہ سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے۔ [3] پس صاف ثابت ہے کہ سبع مثانی اور قرآن عظیم سے مراد سورۂ فاتحہ ہے لیکن یہ بھی خیال رہے کہ اس کے سوا اور بھی یہی ہے اس کے خلاف یہ حدیثیں نہیں۔ جب کہ ان میں بھی یہ حقیقت پائی جائے کہ پورے قرآن کریم کا وصف بھی اس کے مخالف نہیں۔ جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ﴾ [4] پس اس آیت میں سارے قرآن کو مثانی کہا گیا ہے۔ اور متشابہ بھی۔ پس وہ ایک طرح سے مثانی ہے اور دوسری وجہ سے متشابہ۔ اور قرآن عظیم بھی یہی ہے جیسے کہ اس روایت سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ تقویٰ پر جس مسجد کی بنا ہے وہ کون ہے؟ آپ نے اپنی مسجد کی طرح اشارہ کیا [5] حالانکہ یہ بھی ثابت ہے کہ آیت مسجد قبا کے بارے میں اتری ہے۔ پس قاعدہ یہی ہے کہ کسی چیز کا ذکر دوسری چیز سے انکار نہیں ہوتا۔ جب کہ وہ بھی صفت رکھتی ہو۔ واللہ اعلم۔ پس تجھے ان کی ظاہری ٹیپ ٹاپ سے بے نیاز رہنا چاہئے اسی فرمان کی بناء پر امام ابن عینیہ ؒ نے ایک صحیح حدیث جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہم میں سے وہ نہیں جو قرآن کے ساتھ تغنی نہ کرے [6] کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ قرآن کو لے کر اس کے ماسوا سے دست بردار اور بے پرواہ نہ ہو جائے وہ مسلمان نہیں۔ گو یہ تفسیر بالکل صحیح ہے لیکن اس حدیث سے یہ مقصود نہیں حدیث کا صحیح مقصد اس ہماری تفسیر کے شروع میں ہم نے بیان کر دیا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ کے ہاں ایک مرتبہ مہمان آئے آپ کے گھر کچھ نہ تھا آپ نے ایک یہودی سے رجب کے وعدے پر آٹا ادھار منگوایا لیکن اس نے کہا بغیر

---

[1] [سورۃ الانفال: آیت ٢٤]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قولہ ولقد اتینک سبعا من المثانی و القرآن العظیم (٤٧٠٣)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر (٤٧٠٤)]

[4] [سورۃ الزمر: آیت ٢٣]

[5] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الحج: باب بیان المسجد الذی اسس علی التقوی (١٣٩٨)]

[6] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالی و اسروا قولکم اوجھروا بہ (٧٥٢٧) ابو داؤد: کتاب الصلاۃ: باب استحباب الترتیل فی القرأۃ (١٤٦٩) مسند احمد (١٧٥/١)]

کسی چیز کو رہن رکھے میں نہیں دوں گا اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا واللہ! میں آسمان والوں میں امین ہوں اور زمین والوں میں بھی اگر یہ مجھے ادھار دیتا یا میرے ہاتھ فروخت کر دیتا تو میں اسے ضرور ادا کرتا پس آیت ﴿لَا تَمُدَّنَّ﴾ الخ' نازل ہوئی اور گویا آپ کی دل جوئی کی گئی۔ (1) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انسان کو ممنوع ہے کہ کسی کے مال و متاع کو للچائی ہوئی نگاہوں سے تاکے۔ یہ جو فرمایا کہ ان کی جماعتوں کو جو فائدہ ہم نے دے رکھا ہے اس سے مراد کفار کے مالدار لوگ ہیں۔

وَقُلْ إِنِّيٓ أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ﴿٨٩﴾ كَمَآ أَنزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ﴿٩٠﴾ الَّذِينَ جَعَلُوا
الْقُرْآنَ عِضِينَ ﴿٩١﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾

کہہ دے کہ میں تو کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں ○ جیسے کہ ہم نے ان قسمیں کھانے والوں پر اتارا ○ جنھوں نے اس کتاب الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ○ قسم ہے تیرے پالنے والے کی ہم ان سے ضرور باز پرس کریں گے ○ ہر اس چیز کی جو وہ کرتے رہے ○

انبیاء کی تکذیب اور اللہ کا عذاب: حکم ہوتا ہے کہ اے پیغمبر ﷺ آپ اعلان کر دیجئے کہ میں تمام لوگوں کو عذاب الٰہی سے صاف صاف ڈرا دینے والا ہوں۔ یاد رکھو میرے جھٹلانے والے بھی اگلے نبیوں کو جھٹلانے والوں کی طرح عذاب الٰہی کے شکار ہوں گے۔ ((مُقْتَسِمِیْنَ)) سے مراد قسمیں کھانے والے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور ان کی مخالفت اور ایذا دہی پر آپس میں قسما قسمی کر لیتے تھے جیسے کہ قوم صالح کا بیان قرآن حکیم میں ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی قسمیں کھا کر عہد کیا کہ راتوں رات صالح علیہ السلام اور انکے گھرانے کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے (2) اسی طرح قرآن میں ہے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ مردے پھر جینے کے نہیں (3) الخ' اور جگہ ان کا اس بات پر قسمیں کھانے کا ذکر ہے کہ مسلمانوں کو کبھی کوئی رحمت نہیں مل سکتی۔ (4) الغرض جس چیز کو نہ مانتے اس پر قسمیں کھانے کی انہیں عادت تھی اس لئے انہیں ((مُقْتَسِمِیْنَ)) کہا گیا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میری اور ان ہدایات کی مثال جسے دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس شخص کی سی ہے جو اپنی قوم کے پاس آ کر کہے کہ لوگو! میں نے دشمن کا لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے دیکھو ہوشیار ہو جاؤ بچنے اور ہلاک نہ ہونے کے سامان کر لو۔ اب کچھ لوگ اس کی بات مان لیتے ہیں اور اسی عرصہ میں چل پڑتے ہیں اور دشمن کے پنجے سے بچ جاتے ہیں لیکن بعض لوگ اسے جھوٹا سمجھتے ہیں اور وہیں بے فکری سے پڑے رہتے ہیں کہ ناگہاں دشمن کا لشکر آ پہنچتا ہے اور گھیر گھار کر انہیں قتل کر دیتا ہے یہ ہے مثال

---

(1) [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۵/۱۶) مجمع الزوائد (۱۲۹/٤) طبرانی کبیر (۹۸۹/۱)] اس کی سند میں موسی بن عبیدہ ضعیف ہے۔ شیخ عبد الرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [النمل: ٤٩] (3) [النحل: ۳۸] (4) [الاعراف: ٤٩]

میرے ماننے والوں کی اور نہ ماننے والوں کی۔ [1]

ان لوگوں نے اللہ کی ان کتابوں کو جوان پر اتری تھیں پارہ پارہ کر دیا جس مسئلے کو جی چاہا مانا جس سے دل گھبرایا چھوڑ دیا۔ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں کہ کتاب کے بعض حصے کو مانتے تھے اور بعض کو نہیں مانتے تھے۔ [2] یہ بھی مروی ہے کہ مراد اس سے کفار کا کتاب اللہ کی نسبت یہ کہنا ہے کہ یہ جادو ہے' یہ کہانت ہے' یہ اگلوں کی کہانی ہے' اس کا کہنے والا جادوگر ہے' مجنون ہے' کاہن ہے وغیرہ۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ ولید بن مغیرہ کے پاس سردارانِ قریش جمع ہوئے حج کا موسم قریب تھا اور یہ شخص ان میں بڑا شریف اور ذی رائے سمجھا جاتا تھا اس نے ان سے کہا کہ دیکھو حج کے موقع پر دور دراز سے تمام عرب یہاں جمع ہوں گے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ تمہارے اس ساتھی نے ایک اودھم مچا رکھا ہے لہٰذا اس کی نسبت ان بیرونی لوگوں سے کیا کہا جائے یہ بتاؤ اور کسی ایک بات پر اجماع کر لو کہ سب وہی کہیں۔ ایسا نہ ہو کوئی کچھ کہے کوئی کچھ کہے اس سے تو تمہارا اعتبار اٹھ جائے گا اور وہ پردیسی تمہیں جھوٹا خیال کریں گے۔ انہوں نے کہا ابو عبد شمس آپ ہی کوئی ایسی بات تجویز کر دیجئے اس نے کہا پہلے تم اپنی تو کہو تا کہ مجھے بھی غور و خوض کا موقعہ ملے انہوں نے کہا پھر ہماری رائے میں تو ہر شخص اسے کاہن بتلائے۔ اس نے کہا یہ تو واقعہ کے خلاف ہے لوگوں نے کہا پھر مجنون کہنا بالکل درست ہے۔ اس نے کہا یہ بھی غلط ہے کہا اچھا تو شاعر کہیں؟ اس نے کہا وہ شعر جانتا ہی نہیں کہا اچھا پھر جادوگر کہیں؟ کہا اسے جادو سے مس بھی نہیں اس نے کہا سنو واللہ! اس کے قول میں عجیب مٹھاس ہے ان باتوں میں سے تم جو کہو گے دنیا سمجھ لے گی محض غلط اور سفید جھوٹ ہے۔ گو کوئی بات نہیں بنتی لیکن کچھ کہنا ضرور ہے اچھا بھائی سب اسے جادوگر بتلائیں۔ اس امر پر یہ مجمع برخاست ہوا۔ اور اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔

روز قیامت ہر چیز کا سوال: ان کے اعمال کا سوال ان سے ان کا رب ضرور کرے گا یعنی کلمہ ((لَا اِلٰـــهَ اِلاَّ اللّٰهُ)) سے۔ [3] ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے ہر ایک شخص قیامت کے دن تنہا تنہا اللہ کے سامنے پیش ہوگا جیسے ہر ایک شخص چودھویں رات کے چاند کو اکیلا اکیلا دیکھتا ہے۔ اللہ فرمائے گا اے انسان تو مجھ سے مغرور کیوں ہو گیا؟ تو نے اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا؟ تو نے میرے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ ابو العالیہ فرماتے ہیں دو چیز کا سوال ہر ایک سے ہوگا معبود کسے بنا رکھا تھا اور رسول کی مانی یا نہیں؟ ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں عمل اور مال کا سوال ہوگا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! انسان سے قیامت کے دن ہر ایک عمل کا سوال ہوگا۔ یہاں تک کہ اس کے آنکھ کے سرمے اور اس کے ہاتھ کی گوندھی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاعتصام: باب الاقتداء بسنن رسول الله (۷۲۸۳) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب شفقة علی امته (۲۲۸۳)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله عزوجل الذین جعلو القرآن عضین (۴۷۰۵)]

[3] [ضعیف: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الحجر (۳۱۲۶) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۱۳۹۷)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔]

ہوئی مٹی کے بارے میں بھی اس سے سوال ہوگا دیکھ معاذ! ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اللہ کی نعمتوں کے بارے میں تو کمی والا رہ جائے۔ ① اس آیت میں تو ہے کہ ہر ایک سے اس کے عمل کی بابت سوال ہوگا۔ اور سورۂ رحمان کی آیت میں ہے کہ ﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنبِهِ إِنسٌ وَلَا جَانٌّ﴾ ② کہ اس دن کسی انسان یا جن سے اس کے گناہوں کا سوال نہ ہوگا ان دونوں آیتوں میں بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تطبیق یہ ہے کہ یہ سوال نہ ہوگا کہ تو نے یہ عمل کیا؟ یہ سوال ہوگا کہ کیوں کیا؟

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٤﴾ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿٩٥﴾
الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ
بِمَا يَقُولُونَ ﴿٩٧﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ﴿٩٨﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ
يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿٩٩﴾

پس تو اس حکم کو جو تجھے کیا جا رہا کھول کر سنا دے اور مشرکوں سے منہ پھیر لے ○ تجھ سے جو لوگ مسخرا پن کرتے ہیں ان کی سزا کیلئے ہم کافی ہیں ○ جو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود مقرر کرتے ہیں انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا ○ ہمیں خوب علم ہے کہ ان کی باتوں سے تو تنگ دل ہوتا ہے ○ اور اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتا رہ اور سجدے کرنے والوں میں رہ ○ اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہ یہاں تک کہ تجھے یقین آ جائے ○

پیغام ہدایت پہنچانے میں کسی سے مت ڈریئے: حکم ہو رہا ہے کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کی باتیں لوگوں کو صاف صاف بے جھجک پہنچا دیں نہ کسی کی رعایت کیجئے نہ کسی کا ڈر خوف کیجئے۔ مشرکوں کے سامنے توحید کھلم کھلا بیان کر دیجئے۔ خود عمل کر کے دوسروں تک بھی پہنچایئے۔ نماز میں قرآن کی باآواز بلند تلاوت کیجئے اس آیت کے اترنے سے پہلے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ تبلیغ فرماتے تھے لیکن اس کے بعد آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے کھلے طور پر اشاعت دین شروع کر دی۔ ان مذاق اڑانے والوں کو ہم پر چھوڑ دے ہم خود ان سے نمٹ لیں گے تو اپنی تبلیغ کے فریضے میں کوتاہی نہ کر یہ تو چاہتے ہیں کہ ذرا سی سستی آپ کی طرف سے دیکھیں تو خود بھی دست بردار ہو جائیں۔ ③ تو ان سے مطلقاً خوف نہ کر اللہ تعالیٰ تیرا حافظ و ناصر ہے وہ تجھے ان کے شر سے بچا لے گا۔ اور آیت میں ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تیری جانب اتارا گیا ہے تو اسے پہنچا دے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اپنے رب کی رسالت نہیں پہنچائی۔ ④

اللہ تعالیٰ خود ہی لوگوں کی برائی سے تجھے محفوظ رکھ لے گا۔ چنانچہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستے سے جا رہے تھے

---

① [**ضعیف**: الدیلمی فی زھر الفردوس (٣٣٩/٤)]

② [سورۃ الرحمن: آیت ٣٩]

③ [سورۃ القلم: آیت ٩]

④ [سورۃ المائدہ: آیت ٦٧]

کہ بعض مشرکوں نے آپ کو چھیڑا اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہیں نشتر مارا جس سے ان کے جسموں میں ایسا ہو گیا جیسے نیزے کے زخم ہوں اسی میں وہ مر گئے [1] اور یہ لوگ مشرکین کے بڑے بڑے رؤسا تھے۔ بڑی عمر کے تھے اور نہایت شریف گنے جاتے تھے۔ بنو اسد کے قبیلے میں سے تو اسود بن مطلب ابو زمعہ۔ یہ حضور ﷺ کا بڑا ہی دشمن تھا۔ ایذائیں دیا کرتا تھا اور مذاق اڑایا کرتا تھا آپ نے تنگ آ کر اس کیلئے بددعا بھی کی تھی کہ اے اللہ اسے اندھا کر دے بے اولاد کر دے۔ بنی زہرہ میں سے اسود تھا اور بنی مخزوم میں سے ولید تھا اور بنی سہم میں سے عاص بن وائل اور خزاعہ میں سے حارث تھا۔ یہ لوگ برابر حضور ﷺ کو ایذا رسانی کے در پے لگے رہتے تھے اور لوگوں کو آپ کے خلاف ابھارا کرتے تھے اور جو تکلیف ان کے بس میں ہوتی آپ کو پہنچایا کرتے جب یہ اپنے ظلم میں حد سے گزر گئے اور بات بات میں حضور ﷺ کا مذاق اڑانے لگے تو اللہ نے ﴿فَاصْدَعْ﴾ سے ﴿يَعْلَمُونَ﴾ تک کی آیتیں نازل فرمائیں۔ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ طواف کر رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے بیت اللہ میں آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اتنے میں اسود بن عبد یغوث آپ کے پاس سے گزرا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اسے پیٹ کی بیماری ہو گئی اور اسی میں وہ مرا۔ اتنے میں ولید بن مغیرہ گزرا اس کی ایڑی ایک خزاعی شخص کے تیر کے پھل سے کچھ یونہی سی چھل گئی تھی اور اسے بھی دو سال گزر چکے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کی طرف اشارہ کیا وہ پھول گئی' پکی اور اسی میں وہ مرا۔ پھر عاص بن وائل گزرا۔ اس کے تلوے کی طرف اشارہ کیا کچھ دنوں بعد یہ طائف جانے کیلئے اپنے گدھے پر سوار چلا۔ راستے میں گر پڑا اور تلوے میں کیل گھس گئی جس نے اس کی جان لے لی۔ حارث کے سر کی طرف اشارہ کیا اسے خون آنے لگا اور اسی میں مرا۔ [2] ان سب موذیوں کا سردار ولید بن مغیرہ تھا اسی نے انہیں جمع کیا تھا پس یہ پانچ یا سات شخص تھے جو جڑ تھے اور ان کے اشاروں سے اور ذلیل لوگ بھی کینہ پن کی حرکتیں کرتے رہتے تھے۔ یہ لوگ اس لغو حرکت کے ساتھ ہی یہ بھی کرتے تھے کہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ انہیں اپنے کرتوت کا مزہ ابھی ابھی آ جائے گا۔ اور بھی جو رسول کا مخالف ہو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس کا یہی حال ہے۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ ان کی بکواس سے اے نبی ﷺ تمہیں تکلیف ہوتی ہے دل تنگ ہوتا ہے لیکن تم ان کا خیال بھی نہ کرو۔ اللہ تمہارا مددگار ہے۔ تم اپنے رب کے ذکر اور اس کی تسبیح اور حمد میں لگے رہو۔ اس کی عبادت جی بھر کر کرو نماز کا خیال رکھو سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دو۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ابن آدم! شروع دن چار رکعت سے عاجز نہ ہو میں تجھے آخر دن تک کفایت کروں گا۔ [3] حضور ﷺ کی عادت

---

[1] [ضعیف : مسند بزار (۲۲۲۲) مجمع الزوائد (۱۱۱۱۲)] اس کی سند میں یزید بن درہم راوی ضعیف ہے۔]

[2] [اسنادہ فیہ جہالة : تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۵۵۰) سیرة ابن ھشام: (۱/۴۰۹)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں جہالت ہے۔]

[3] [صحیح : ابوداؤد : کتاب التطوع : باب صلاة الضحی (۱۲۸۹) مسند احمد (۵/۲۸۶) دارمی (۱۴۵۹)] امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [ابن حبان (۶/۲۵۳۳)] شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں [صحیح ابوداود]

مبارک تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کا معاملہ آپڑتا تو آپ نماز شروع کر دیتے۔ [1]

یقین کا معنی: یقین سے مراد اس آخری آیت میں موت ہے اس کی دلیل سورۂ مدثر کی وہ آیتیں ہیں جن میں بیان ہے کہ جہنمی اپنی برائیاں بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے مسکینوں کو کھانا کھلاتے نہیں تھے باتیں بنایا کرتے تھے اور قیامت کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ موت آ گئی [2] یہاں بھی موت کی جگہ لفظ یقین ہے۔ ایک صحیح حدیث میں بھی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے تو انصار کی ایک عورت ام العلاء نے کہا کہ اے ابوالسائب اللہ کی تجھ پر رحمتیں ہوں بے شک اللہ نے تیری تکریم وعزت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا تجھے کیسے یقین ہوگیا کہ اللہ نے اس کا اکرام کیا انہوں نے جواب دیا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں پھر کون ہوگا جس کا اکرام ہو؟ آپ نے فرمایا سنو! اسے موت آچکی اور مجھے اس کیلئے بھلائی کی امید ہے [3] اس حدیث میں بھی موت کی جگہ یقین کا لفظ ہے۔ اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نماز وغیرہ عبادات انسان پر فرض ہیں جب تک کہ اس کی عقل باقی رہے اور ہوش وحواس ثابت ہوں جیسی اس کی حالت ہو اسی کے مطابق نماز ادا کرلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر' نہ ہو سکے تو بیٹھ کر' نہ ہو سکے تو کروٹ پر لیٹ کر۔ [4] بدمذہبوں نے اس سے اپنے مطلب کی ایک بات گھڑ لی ہے کہ جب تک انسان درجہ کمال تک نہ پہنچے اس پر عبادات فرض رہتی ہیں لیکن جب معرفت کی منزلیں طے کر چکا تو عبادت کی تکلیف ساقط ہو جاتی ہے یہ سراسر کفر' ضلالت اور جہالت ہے۔ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم معرفت کے تمام درجے طے کر چکے تھے اور دین کے علم وعرفان میں سب دنیا سے کامل تھے رب کی صفات اور ذات کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے باوجود اس کے سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور رب کی اطاعت میں تمام دنیا سے زیادہ مشغول رہتے تھے اور دنیا کے آخری دم تک اسی میں لگے رہے۔ پس ثابت ہے کہ یہاں مراد یقین سے موت ہے تمام مفسرین صحابہ' تابعین وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔ فالحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے اس نے جو ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے اس پر ہم اس کی تعریفیں کرتے ہیں اسی سے نیک کاموں میں مدد چاہتے ہیں اسی کی پاک ذات پر ہمارا بھروسہ ہے ہم اس مالک حاکم سے دعا کرتے ہیں وہ بہترین اور کامل اسلام ایمان اور نیکی پر موت دے وہ جواد ہے اور کریم ہے۔

الحمدللہ سورۂ حجر کی تفسیر ختم ہوئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ والحمدللہ رب العلمین۔

---

[1] [حسن : ابوداؤد : کتاب التطوع : باب وقت قیام النبی من اللیل (۱۳۱۹)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[2] [سورۃ المدثر : آیت ۴۳،۴۷]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب الدخول علی المیت بعد الموت (۱۲۴۳)، (۳۹۲۹) مسند احمد (۶/۴۳۶)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التقصیر : باب اذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب (۱۱۱۷) ترمذی : کتاب الصلاۃ : باب ماجاء ان صلاۃ القاعد (۳۷۲) ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلاۃ : باب ماجاء فی صلاۃ المریض (۱۲۲۳) ابوداؤد : کتاب الصلاۃ : باب فی صلاۃ القاعد (۹۵۲)]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ①

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اللہ کا حکم آ پہنچا اس کی جلدی نہ مچاؤ' تمام پاکی اس کیلئے ہے وہ برتر ہے ان سب سے جنہیں یہ شریک اللہ بتلاتے ہیں ○

عنقریب عذاب آن پہنچے گا: اللہ تعالیٰ قیامت کی نزدیکی کی خبر دے رہا ہے اور گویا کہ وہ قائم ہو چکی۔ اس لئے ماضی کے لفظ سے بیان فرماتا ہے جیسے فرمان ہے لوگوں کا حساب قریب آ چکا پھر بھی وہ غفلت کے ساتھ منہ موڑے ہوئے ہیں۔ (۱) اور آیت میں ہے قیامت قریب آ چکی۔ چاند پھٹ گیا۔ (۲) پھر فرمایا اس قریب والی چیز کے اور قریب ہونے کی تمنائیں نہ کرو۔ ہُ کی ضمیر کا مرجع یا تو لفظ اللہ ہے یعنی اللہ سے جلدی نہ چاہو یا عذاب ہیں یعنی عذابوں کی جلدی نہ مچاؤ۔ دونوں معنی ایک دوسرے کے لازم ملزم ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے یہ لوگ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں مگر ہماری طرف سے اس کا وقت مقرر نہ ہوتا تو بے شک ان پر عذاب آ جاتے لیکن عذاب ان پر آئے گا ضرور اور وہ بھی ناگہاں ان کی غفلت میں۔ یہ عذابوں کی جلدی کرتے ہیں اور جہنم ان سب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ (۳) ضحاک رحمہ اللہ نے اس آیت کا ایک عجیب مطلب بیان کیا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ اللہ کے فرائض اور حدود نازل ہو چکے۔ امام ابن جریر نے اسے خوب رد کیا ہے اور فرمایا ہے ایک شخص بھی ہمارے علم میں ایسا نہیں جس نے شریعت کے وجود سے پہلے اسے مانگنے میں عجلت کی ہو۔ مراد اس سے عذابوں کی جلدی ہے جو کافروں کی عادت تھی کیونکہ وہ انہیں مانتے ہی نہ تھے۔ جیسے قرآن پاک نے فرمایا ہے ﴿یَسۡتَعۡجِلُ بِهَا الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِهَا﴾ (۴) الخ' بے ایمان تو اس کی جلدی مچا رہے ہیں اور ایماندار ان سے لرزاں و ترساں ہیں کیونکہ وہ انہیں برحق مانتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ عذاب الٰہی میں شک کرنے والے دور کی گمراہی میں جا پڑتے ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے قریب مغرب کی جانب سے ڈھال کی طرح سیاہ ابر نمودار ہوگا اور وہ بہت جلد آسمان پر چڑھے گا پھر اس میں سے ایک منادی ندا کرے گا لوگ تعجب سے ایک دوسرے سے کہیں گے میاں کچھ سنا بھی؟ بعض ہاں کہیں گے اور بعض بات کو اڑا دیں گے وہ پھر دوبارہ ندا کرے گا اور کہے گا اے لوگو! اب تو سب کہیں گے کہ ہاں صاحب آواز تو آئی۔ پھر وہ تیسری دفعہ منادی کرے گا اور کہے گا اے لوگو! امر الٰہی آ پہنچا جلدی کرو۔ اللہ کی قسم دو شخص جو کسی کپڑے کو پھیلائے ہوئے ہوں گے سمیٹنے بھی نہ پائیں گے جو قیامت قائم ہو جائے گی کوئی اپنے حوض کو ٹھیک کر رہا ہوگا ابھی پانی پلا نہ پایا ہوگا جو قیامت آئے گی دودھ

---

(۱) [سورۃ الانبیاء : آیت ۱]
(۲) [سورۃ القمر : آیت ۱]
(۳) [سورۃ العنکبوت : آیت ۵۳]
(۴) [سورۃ الشوریٰ : آیت ۱۸]

دو ھنے والے پی بھی نہ سکیں گے کہ قیامت آ جائے گی ہر ایک نفسانفسی میں لگ جائے گا۔ [1] پھر اللہ تعالیٰ اپنے نفس کریم سے شرک اور عبادت غیر سے پاکیزگی بیان فرماتا ہے فی الواقع وہ ان تمام باتوں سے پاک، بہت دور اور بہت بلند ہے یہی مشرک ہیں جو منکر قیامت بھی ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝

وہی فرشتوں کو اپنی وحی دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے کہ تم لوگوں کو آگاہ کر دو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں تو تم مجھ سے ڈرتے رہا کرو ۝

وحی کا مفہوم: روح سے مراد یہاں وحی ہے جیسے آیت ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ [2] الخ، ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنے حکم سے وحی نازل فرمائی حالانکہ تجھے تو یہ بھی پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کی ماہیت کیا ہے؟ ہاں ہم نے اسے نور بنا کر جسے چاہا اپنے بندوں میں سے راستہ دکھا دیا۔ یہاں فرمان ہے کہ ہم اپنے جن مومن بندوں کو چاہیں پیغمبری عطا فرماتے ہیں ہمیں ہی اس کا پورا علم ہے کہ اس کے لائق کون ہے؟ [3] ہم ہی فرشتوں میں سے بھی اس اعلیٰ منصب کے فرشتے چھانٹ لیتے ہیں اور انسانوں میں سے بھی۔ [4] اللہ اپنی وحی اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ہوشیار کر دیں جس دن سب کے سب اللہ کے سامنے ہوں گے کوئی چیز اس سے مخفی نہ ہوگی۔ اس دن ملک کس کا ہوگا؟ صرف اللہ واحد وقہار کا۔ [5] یہ اس لئے کہ وہ لوگوں میں وحدانیت رب کا اعلان کر دیں اور پارسائی سے دور مشرکوں کو ڈرائیں اور لوگوں کو سمجھائیں کہ وہ مجھ سے ڈرتے رہا کریں۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝

اسی نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہ اس سے بری ہے جو مشرک کرتے ہیں ۝ اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا کہ وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھا ۝

عالم علوی اور سفلی کا خالق اللہ کریم ہی ہے۔ بلند آسمان اور پھیلی ہوئی زمین مع تمام مخلوق کے اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور یہ سب بطور حق ہے نہ بطور عبث۔ نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوگی۔ وہ تمام دوسرے معبودوں اور مشرکوں

---

[1] [طبراني كبير (٣٢٥/١٧) مستدرك حاكم (٥٣٩/٤)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے محمد بن عبداللہ کے اور وہ ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (٣٣٤/١)]

[2] [سورة الشورىٰ: آيت ٥٢]

[3] [الانعام: ١٢٤]　[4] [الحج: ٧٥]　[5] [غافر: ١٥، ١٦]

سے بری اور بیزار ہے۔ واحد ہے لاشریک ہے اکیلا ہی خالق کل ہے۔ اسی لئے اکیلا ہی سزاوار عبادت ہے۔

غلیظ نطفے سے پیدا ہونے والا اپنے خالق کا نافرمان: اس نے انسان کا سلسلہ نطفے سے جاری رکھا ہے جو ایک پانی ہے۔ حقیر و ذلیل۔ یہ جب ٹھیک ٹھاک بنا دیا جاتا ہے تو اکڑفوں میں آ جاتا ہے رب سے جھگڑنے لگتا ہے رسولوں کی مخالفت پر تل جاتا ہے۔ بندہ تھا چاہیئے تو تھا بندگی میں لگا رہتا لیکن یہ تو زندگی کرنے لگا۔ اور آیت میں ہے اللہ نے انسان کو پانی سے بنایا اس کا نسب اور سسرال قائم کیا۔ اللہ قادر ہے رب کے سوا یہ ان کی پوجا کرنے لگے ہیں جو بے نفع اور بے ضرر ہیں کافر کچھ اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ [1] سورۂ یاسین میں فرمایا کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ تو بڑا ہی جھگڑالو نکلا۔ ہم پر بھی باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش بھول گیا کہنے لگا کہ ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ اے نبی ﷺ تم ان سے کہہ دو کہ انہیں وہ خالق اکبر پیدا کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا وہ تو ہر طرح کی مخلوق کی ہر طرح کی پیدائش کا پورا عالم ہے۔ [2] مسند احمد میں اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی ہتھیلی پر تھوک کر فرمایا کہ جناب باری فرماتا ہے کہ اے انسان! تو مجھے کیا عاجز کر سکتا ہے میں نے تو تجھے اس تھوک جیسی چیز سے پیدا کیا ہے جب تو زندگی پا گیا تنومند ہو گیا لباس مکان مل گیا تو لگا سمیٹنے اور میری راہ سے روکنے؟ اور جب دم گلے میں اٹکا تو تو کہنے لگا کہ اب میں صدقہ کرتا ہوں اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔ بس اب صدقہ خیرات کا وقت نکل گیا۔ [3]

وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۵ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ
حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝۶ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا
بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷

اسی نے چوپائے پیدا کئے جن میں تمہارے لئے گرمی کے لباس ہیں اور بھی بہت سے نفع ہیں اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں ○ اور ان میں تمہاری رونق بھی ہے جب چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی ○ اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھا لے جاتے ہیں جہاں تک بغیر آدھی جان کے پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔ یقیناً تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور نہایت مہربان ہے ○

چوپائیوں میں انسان کا فائدہ: جو چوپائے اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں اور انسان ان سے مختلف فائدے اٹھا رہا ہے اس نعمت کو رب العالمین بیان فرما رہا ہے جیسے اونٹ گائے بکری۔ جس کا مفصل بیان سورۂ انعام کی آیت میں آٹھ قسموں سے کیا ہے۔ ان کے بال اون صوف وغیرہ کا گرم لباس اور جڑاول بنتی ہے دودھ پیتے ہیں گوشت

---

[1] [الفرقان: ٥٤،٥٥] [2] [یسین: ٧٧، ٧٩]

[3] [صحیح: ابن ماجه: كتاب الوصايا: باب النهي عن الامساك في الحياة والتبذير عند الموت (٢٧٠٧) مسند احمد (٤/٢١٠)] حافظ بوصیریؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الزوائد] جبکہ شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه (٢١٨٨) السلسلة الصحيحة (١٠٩٩)]

کھاتے ہیں۔ شام کو جب وہ چر چگ کر واپس آتے ہیں' بھری ہوئی کوکھوں والے بھرے ہوئے تھنوں والے اونچی کوہانوں والے' کتنے بھلے معلوم ہوتے ہیں اور جب چراگاہ کی طرف جاتے ہیں کیسے پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ پھر تمہارے بھاری بھاری بوجھ ایک شہر سے دوسرے شہر تک اپنی کمر پر لاد کر لے جاتے ہیں کہ تمہارا وہاں پہنچنا بغیر آدھی جان کئے مشکل تھا۔ حج وعمرہ کے' جہاد کے' تجارت کے اور ایسے ہی اور سفر انہیں پر ہوتے ہیں تمہیں لے جاتے ہیں تمہارے بوجھ ڈھوتے ہیں۔ جیسے آیت ﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً﴾ [1] الخ' میں ہے کہ یہ چوپائے جانور بھی تمہاری عبرت کا باعث ہیں ان کے پیٹ سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور ان سے بہت فائدے پہنچاتے ہیں ان کا گوشت بھی تم کھاتے ہو ان پر سواریاں بھی کرتے ہو۔ سمندر کی سواری کیلئے کشتیاں ہم نے بنادی ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ﴾ [2] الخ' اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے ہیں کہ تم ان پر سواری کرو انہیں کھاؤ نفع اٹھاؤ دلی حاجتیں پوری کرو اور تمہیں کشتیوں پر بھی سوار کرایا اور بہت سی نشانیاں دکھائیں پس تم ہمارے کس کس نشان کا انکار کرو گے؟ یہاں بھی اپنی نعمتیں جتا کر فرمایا کہ تمہارا رب جس نے ان جانوروں کو تمہارا مطیع بنادیا ہے وہ تم پر بہت ہی شفقت ورحمت والا ہے جیسے سورۂ یاسین میں فرمایا کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کیلئے اپنے ہاتھوں چوپائے بنائے اور انہیں انکا مالک بنادیا اور انہیں مطیع بنادیا کہ بعض کو کھائیں بعض پر سوار ہوں [3] اور آیت میں ہے ﴿وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ﴾ [4] الخ' اس اللہ نے تمہارے لئے کشتیاں بنائیں اور چوپائے پیدا کردیئے کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنے رب کا فضل وشکر کرو اور کہو وہ پاک ہے جس نے انہیں ہمارا ماتحت کردیا حالانکہ ہم میں یہ طاقت نہ تھی ہم مانتے ہیں کہ ہم اسی کی جانب لوٹیں گے۔ ((دِفْءٌ)) کے معنی کپڑا اور منافع سے مراد کھانا پینا' نسل حاصل کرنا' گوشت کھانا' دودھ پینا ہے۔

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

گھوڑوں کو' خچروں کو' گدھوں کو اس نے پیدا کیا کہ تم ان کی سواری لو اور وہ باعث زینت بھی ہیں' اور بھی وہ ایسی بہت چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم بھی نہیں ۝

بہت کچھ ایسا پیدا ہونے والا ہے جس کا تمہیں ابھی علم نہیں: اپنی ایک اور نعمت بیان فرما رہا ہے کہ زینت کیلئے اور سواری کیلئے اس نے گھوڑے خچر اور گدھے پیدا کئے ہیں بڑا مقصد ان جانوروں کی پیدائش سے انسان کا ہی فائدہ ہے۔ چونکہ انہیں اور چوپایوں پر فضیلت دی اور علیحدہ ذکر کیا اس وجہ سے بعض علماء نے گھوڑے کے گوشت کی حرمت کی دلیل اس آیت سے لی ہے۔ جیسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کی موافقت کرنے والے فقہاء کہتے ہیں کہ خچر

[1] [سورۃ المومنون: آیت ۲۱،۲۲]
[2] [سورۃ غافر: آیت ۷۹،۸۱]
[3] [سورۃ یسین: آیت ۷۱،۷۲]
[4] [سورۃ الزخرف: آیت ۱۲،۱۴]

اور گدھے کے ساتھ گھوڑے کا ذکر ہے اور پہلے کے دونوں جانور حرام ہیں اس لئے یہ بھی حرام ہوا۔ چنانچہ خچر اور گدھے کی حرمت احادیث میں آئی ہے اور اکثر علماء کا مذہب بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان تینوں کی حرمت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پہلے کی آیت میں چوپایوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انہیں تو کھاتے ہو پس یہ تو ہوئے کھانے کے جانور اور ان تینوں کا بیان کر کے فرمایا ہے کہ ان پر تم سواری کرتے ہو پس یہ ہوئے سواری کے جانور۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے، خچروں کے اور گدھوں کے گوشت کو منع فرمایا ہے [1] لیکن اس کے راویوں میں ایک راوی صالح بن یحییٰ بن مقدام ہیں جن میں کلام ہے۔ مسند کی اور حدیث میں مقدام بن معدی کرب سے منقول ہے کہ ہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ صائفہ کی جنگ میں تھے۔ میرے پاس میرے ساتھی گوشت لائے، مجھ سے ایک پتھر مانگا میں نے دیا۔ انہوں نے اس میں اسے باندھا میں نے کہا کہ ٹھہرو میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے دریافت کر آؤں۔ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں تھے لوگوں نے یہودیوں کے کھیتوں پر جلدی کر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ لوگوں میں ندا کر دوں کہ نماز کیلئے آ جائیں اور مسلمانوں کے سوا کوئی نہ آئے پھر فرمایا کہ اے لوگو! تم نے یہودیوں کے باغات میں گھسنے کی جلدی کی سنو معاہدہ کا مال بغیر حق کے حلال نہیں اور پالتو گدھوں کے اور گھوڑوں کے اور خچروں کے گوشت اور ہر ایک کچلیوں والا درندہ اور ہر ایک پنجے سے شکار کھیلنے والا پرندہ حرام ہے۔ [2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت یہود کے باغات سے شاید اس وقت تھی جب ان سے معاہدہ ہو گیا۔ پس اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو بے شک گھوڑے کی حرمت کے بارے میں تو نص تھی لیکن اس میں بخاری و مسلم کی حدیث کے مقابلے میں قوت نہیں جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو منع فرما دیا اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی۔ [3] اور حدیث میں ہے کہ ہم نے خیبر والے دن گھوڑے اور خچر اور گدھے ذبح کئے تو ہمیں

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (٤/٨٩) ابوداؤد: كتاب الاطعمة : باب في اكل لحوم الخيل (٣٧٩٠) نسائی : كتاب الصيد والذبائح : باب تحريم اكل لحوم الخيل (٤٣٤٢) ابن ماجه : كتاب الذبائح : باب لحوم البغال (٣١٩٨)] شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الضعيفة (١١٤٩)] اس کی سند میں صالح بن یحییٰ راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (٤/٨٩)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند اضطراب کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٦٨١٦)]

[3] [صحیح : صحيح بخاری : كتاب المغازی : باب غزوة خيبر (٤٢١٩) و كتاب الذبائح : باب لحوم الخيل (٥٥٢٠) صحيح مسلم : كتاب الصيد : باب اباحة اكل لحم الخيل (١٩١٤) نسائی : كتاب الصيد : باب الاذن فی اكل لحوم الخيل (٤٣٣٨) ابوداؤد : كتاب الاطعمة : باب فی اكل لحوم الخيل (٣٧٨٨) مسند احمد (٣/٣٦١)]

حضور ﷺ نے خچر اور گدھے کے گوشت سے تو منع کر دیا لیکن گھوڑے کے گوشت سے نہیں روکا۔ (1) صحیح مسلم شریف میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم نے مدینے میں حضرت محمد ﷺ کی موجودگی میں گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا۔ (2) پس یہ سب سے بڑی' سب سے قوی اور سب سے زیادہ ثبوت والی حدیث ہے اور یہی مذہب جمہور علماء کا ہے۔ مالک' شافعی' احمد رحمہم اللہ' ان کے سب ساتھی اور اکثر سلف وخلف یہی کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ پہلے گھوڑوں میں وحشت اور جنگلی پن تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کیلئے اسے مطیع کر دیا۔ وہب نے اسرائیلی روایتوں میں بیان کیا ہے کہ جنوبی ہوا سے گھوڑے پیدا ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ان تینوں جانوروں پر سواری لینے کا جواز تو قرآن کے لفظوں سے ثابت ہے حضور ﷺ کو ایک خچر ہدیے میں دیا گیا تھا جس پر آپ سواری کرتے تھے (3) ہاں یہ آپ نے منع فرمایا ہے کہ گھوڑوں کو گدھیوں سے ملایا جائے۔ یہ ممانعت اس لئے ہے کہ نسل منقطع نہ ہو جائے۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم گھوڑے اور گدھے کے ملاپ سے خچر لیں اور آپ اس پر سوار ہوں آپ نے فرمایا یہ کام وہ کرتے ہیں جو علم سے کورے ہیں۔ (4)

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۭ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۹ ۧ

درمیانی راہ اللہ کی طرف پہنچنے والی اور ٹیڑھی راہیں ہیں' اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ پر لگا دیتا○

بہترین زادِراہ تقویٰ: دنیوی راہیں طے کرنے کے اسباب بیان فرما کر اب دینی راہ چلنے کے اسباب بیان فرماتا ہے۔ محسوسات سے معنویات کی طرف رجوع کرتا ہے قرآن میں اکثر بیانات اس قسم کے موجود ہیں سفر حج کے توشہ کا ذکر کر کے تقوے کے توشے کا جو آخرت میں کام دے بیان ہوا ہے ظاہری لباس کا ذکر فرما کر لباس تقویٰ کی اچھائی بیان کی ہے اسی طرح یہاں حیوانات سے دنیا کے کٹھن راستے اور دور دراز سفر طے ہونے کا بیان فرما کر آخرت کے راستے دینی راہیں بیان فرمائیں کہ سچا راستہ اللہ سے ملانے والا ہے رب کی سیدھی راہ وہی ہے اسی پر

---

(1) [صحیح: مسند احمد (۳/۳۵٦) ابوداؤد (۳۷۸۹) مستدرك حاكم (٤/۲۳۵)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

(2) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الذبائح: باب النحر والذبح (۵۵۱۰) وباب لحوم الخیل (۵۵۱۹) صحیح مسلم: کتاب الصید: باب فی اکل لحوم الخیل (۱۹٤۲) ابن ماجه: کتاب الذبائح: باب لحوم الخیل (۳۱۹۰) مسند احمد (٦/۳٤۵)]

(3) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الزکاة: باب خرص التمر (۱٤۸۱) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب فی معجزات النبی (۱۳۹۲)]

(4) [صحیح لغیرہ: مسند احمد (٤/۳۱۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اس روایت کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۸۷۹۳)]

چلو دوسرے راستوں پر نہ چلو ورنہ بہک جاؤ گے اور سیدھی راہ سے الگ ہو جاؤ گے۔ فرمایا میری طرف پہنچنے کی سیدھی راہ یہی ہے جو میں نے بتائی ہے طریق حق جو اللہ سے ملانے والا ہے اللہ نے ظاہر کر دیا ہے اور وہ دین اسلام ہے جسے اللہ نے واضح کر دیا ہے اور ساتھ ہی دوسرے راستوں کی گمراہی بھی بیان فرما دی ہے۔ سچا راستہ ایک ہی ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے باقی اور راہیں غلط راہیں ہیں۔ حق سے الگ تھلگ ہیں، لوگوں کی اپنی ایجاد ہیں جیسے یہودیت، نصرانیت، مجوسیت وغیرہ۔ پھر فرماتا ہے کہ ہدایت رب کے قبضے کی چیز ہے اگر وہ چاہے تو روئے زمین کے لوگوں کو نیک راہ پر لگا دے زمین کے تمام باشندے مومن بن جائیں سب لوگ ایک ہی دین کے عامل ہو جائیں لیکن یہ اختلاف باقی ہی رہے گا مگر جس پر اللہ رحم فرمائے۔ اسی کیلئے انہیں پیدا کیا ہے تیرے رب کی بات پوری ہو کر ہی رہے گی کہ جنت دوزخ انسان و جنات سے بھر جائے۔ [1]

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ﴿10﴾
یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿11﴾

وہی تمہارے فائدے کیلئے آسمان سے پانی برساتا ہے جسے تم پیتے بھی ہو اور اسی سے اگے ہوئے درختوں کو تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو ○ اسی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، دھیان دھرنے والے لوگوں کیلئے تو اس میں بڑا ہی نشان ہے ○

انسانی فائدے کے سامان: چوپائے اور دوسرے جانوروں کی پیدائش کا احسان بیان فرما کر مزید احسانوں کا ذکر فرماتا ہے کہ اوپر سے پانی وہی برساتا ہے جس سے تم فائدہ اٹھاتے ہو اور تمہارے فائدے کے جانور بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں میٹھا صاف شفاف، خوش گوار، اچھے ذائقہ کا پانی تمہارے پینے کے کام آتا ہے اس کا احسان نہ ہو تو وہ کھاری اور کڑوا بنا دے اسی آب باراں سے درخت اگتے ہیں اور وہ درخت تمہارے جانوروں کا چارہ بنتے ہیں۔ سوم کے معنی چرنے کے [2] ہیں اسی وجہ سے اہل سائمہ چرنے والے اونٹوں کو کہتے ہیں۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے سورج نکلنے سے پہلے چرانے کو منع فرمایا۔ [3] پھر اس کی قدرت دیکھو کہ ایک ہی پانی سے مختلف مزے کے، مختلف شکل وصورت کے، مختلف خوشبو کے، طرح طرح کے پھل پھول وہ تمہارے لئے پیدا کرتا ہے پس یہ سب نشانیاں ایک شخص کو اللہ کی وحدانیت جاننے کیلئے کافی ہیں۔ اسی کا بیان اور آیتوں میں اس طرح ہوا ہے کہ آسمان و زمین کا خالق، بادلوں سے پانی برسانے والا، ان سے ہرے بھرے باغات پیدا کرنے والا جن کے پیدا

---

[1] [سورة هود: آیت ۱۱۸، ۱۱۹]
[2] [تفسير ابن جرير الطبری (۷/۵٦٦)]
[3] **[ضعیف** : ابن ماجه : كتاب التجارات : باب السدم (۲۲۰٦)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں نوفل بن عبدالملک راوی ضعیف ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (٤٧١٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

کرنے سے تم عاجز تھے اللہ ہی ہے اس کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں پھر بھی لوگ حق سے ادھر ادھر ہو رہے ہیں۔ (1)

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اسی نے رات دن اور سورج چاند کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے' اور ستارے بھی اسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔ یقیناً اس میں عقلمند لوگوں کے لئے کئی ایک نشانیاں موجود ہیں ○ اور بھی بہت سی چیزیں طرح طرح کے رنگ روپ کی اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں' نصیحت قبول کرنے والوں کیلئے تو بڑی بھاری نشانی ہے ○

سورج اور چاند کے آنے جانے میں بھی فائدے: اللہ تعالیٰ اپنی اور نعمتیں یاد دلاتا ہے کہ دن رات برابر تمہارے فائدے کے لئے آتے جاتے ہیں۔ سورج گردش میں ہے' ستارے چمک چمک کر تمہیں روشنی پہنچا رہے ہیں' ہر ایک کا ایک ایسا صحیح اندازہ اللہ نے مقرر کر رکھا ہے جس سے وہ نہ ادھر ادھر ہوں نہ تمہیں کوئی نقصان ہو۔ ہر ایک رب کی قدرت میں اور اس کے غلبے تلے ہے۔ اس نے چھ دن میں آسمان زمین پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا دن رات برابر پے در پے آتے رہتے ہیں سورج' چاند' ستارے اس کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں خلق و امر کا مالک وہی ہے وہ رب العالمین بڑی برکتوں والا ہے۔ (2) جو سوچ سمجھ رکھتا ہو اس کیلئے تو اس میں اللہ کی قدرت و سلطنت کی بڑی نشانیاں ہیں۔ ان آسمانی چیزوں کے بعد اب تم زمینی چیزیں دیکھو کہ حیوان' نباتات' جمادات' وغیرہ مختلف رنگ روپ کی چیزیں بے شمار فوائد کی چیزیں اسی نے تمہارے لئے زمین پر پیدا کر رکھی ہیں۔ جو لوگ اللہ کی نعمتوں کو سوچیں اور قدر کریں ان کیلئے تو یہ زبردست نشان ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾

دریا بھی اسی نے تمہارے بس میں کر دیئے ہیں کہ تم اس میں سے نکلا ہوا تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے اپنے پہننے کے زیورات نکال سکو' تو تو دیکھے گا کہ کشتیاں اس میں پانی چیرتی ہوئی ہیں اور اس لئے بھی کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور ہو سکتا ہے کہ تم شکر گزاری بھی کرو ○ اسی نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے ہیں تاکہ تمہیں ہلا نہ دے اور نہریں اور راہیں بنا دیں تاکہ تم

---

(1) [سورۃ النمل: آیت ٦٠] (2) [سورۃ الاعراف: آیت ٥٤]

منزل مقصود کو پہنچو○ اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں' ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں تو کیا وہ جو پیدا کرے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کرسکتا۔ کیا تم بالکل نہیں سوچتے ؟○ اگر تم اللہ کی نعمتوں کی گنتی کرنا چاہو تو تم اسے بھی پورا نہیں کرسکتے' بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○

اللہ کے مزید کچھ انعامات: اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی جتاتا ہے کہ سمندر پر دریا پر بھی اس نے تمہیں قابض کردیا باوجود اپنی گہرائی کے اور اپنی موجوں کے وہ تمہارا تابع ہے' تمہاری کشتیاں اس میں چلتی ہیں۔ اسی طرح اس میں مچھلیاں نکال کر ان کے تروتازہ گوشت تم کھاتے ہو۔ مچھلی حلت کی حالت میں' احرام کی حالت میں' زندہ ہو یا مردہ ہو اللہ کی طرف سے حلال ہے۔ لؤلؤ اور جواہر اس نے تمہارے لئے اس میں پیدا کیے ہیں جنہیں تم سہولت سے نکال لیتے ہو اور بطور زیور کے اپنے کام میں لیتے ہو پھر اس میں کشتیاں ہواؤں کو ہٹاتی پانی کو چیرتی اپنے سینوں کے بل تیرتی چلی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے انہی کو کشتی بنانا اللہ عالم نے سکھایا پھر لوگ برابر بناتے چلے آئے اور ان پر دریا کے لمبے لمبے سفر طے ہونے لگے اس پار کی چیزیں اس پار اور اس پار کی چیزیں اس پار آنے جانے لگیں۔ اسی کا بیان اس میں ہے کہ تم اللہ کا فضل یعنی اپنی روزیاں تجارت کے ذریعہ ڈھونڈو اور اس کی نعمت واحسان کا شکر مانو اور قدر دانی کرو۔ مسند بزار میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغربی دریا سے کہا کہ میں اپنے بندوں کو تجھ میں سوار کرنے والا ہوں تو ان کے ساتھ کیا کرے گا ؟ اس نے کہا ڈبو دوں گا فرمایا تیری تیزی تیرے کناروں پر ہے اور انہیں میں اپنے ہاتھ میں لے چلوں گا۔ تجھے میں نے زیور اور شکار سے محروم کیا۔ پھر مشرقی سمندر سے یہی بات کہی اس نے کہا میں اپنے ہاتھوں میں اٹھاؤں گا اور جس طرح ماں اپنے بچے کی خبر گیری کرتی ہے میں ان کی کرتا رہوں گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے زیور بھی دیئے اور شکار بھی۔ اس حدیث کا راوی صرف عبدالرحمٰن بن عبداللہ ہے اور وہ منکر الحدیث ہے۔ عبداللہ بن ابی عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ روایت موقوف مروی ہے۔

اس کے بعد زمین کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس کے ٹھہرانے اور ہلنے جلنے سے بچانے کیلئے اس پر مضبوط اور وزنی پہاڑ جما دیئے کہ اس کے ہلنے کی وجہ سے اس پر رہنے والوں کی زندگی دشوار نہ ہوجائے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ﴾ [1] حضرت حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی تو ہل رہی تھی یہاں تک کہ فرشتوں نے کہا اس پر تو کوئی ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ صبح دیکھتے ہیں کہ پہاڑ اس پر گاڑ دیئے گئے ہیں اور اس کا ہلنا موقوف ہوگیا پس فرشتوں کو یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ پہاڑ کس چیز سے پیدا کئے گئے۔ قیس بن عبادہ سے بھی یہی مروی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین نے کہا تو مجھ پر بنی آدم کو بساتا ہے جو میری پیٹھ پر گناہ کریں اور خباثت پھیلائیں گے وہ کانپنے لگی پس اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو اس پر جما دیا جنہیں تم دیکھ رہے ہو اور بعض کو دیکھتے ہی نہیں ہو۔ یہ بھی اس کا کرم ہے کہ اس نے نہریں چشمے اور دریا چاروں طرف بہادیئے۔ کوئی تیز ہے کوئی سست' کوئی لمبا ہے کوئی مختصر ہے' کبھی کم پانی ہے کبھی زیادہ' کبھی بالکل سوکھا پڑا ہے۔ پہاڑوں پر' جنگلوں میں' ریت میں' پتھروں

[1] [سورۃ النازعات: آیت ۳۲]

میں برابر یہ چشمے بہتے رہتے ہیں اور ریل پیل کر دیتے ہیں۔ یہ سب اس کا فضل وکرم لطف ورحم ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی پروردگار نہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت' وہی رب ہے' وہی معبود ہے۔ اسی نے راستے بنا دیئے ہیں' خشکی میں' تری میں' پہاڑ میں' جنگل میں' بستی میں' اجاڑ میں ہر جگہ اس کے فضل وکرم سے راستے موجود ہیں کہ ادھر سے ادھر لوگ جا آ سکیں۔ کوئی تنگ راستہ ہے کوئی وسیع کوئی آسان کوئی سخت۔ اور بھی علامتیں اس نے مقرر کر دیں جیسے پہاڑ ہیں ٹیلے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جن سے تری خشکی کے رہرو مسافر راہ معلوم کر لیتے ہیں۔ اور بھٹکے ہوئے سیدھے رستے لگ جاتے ہیں۔ ستارے بھی رہنمائی کیلئے ہیں رات کے اندھیروں میں انہی سے راستہ اور سمت معلوم ہوتی ہے مالک سے مروی ہے کہ نجوم سے مراد پہاڑ ہیں۔

پھر اپنی عظمت وکبریائی کا بیان کرتا ہے کہ لائق عبادت اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اللہ کے سوا جن جن کی لوگ عبادت کرتے ہیں وہ محض بے بس ہیں' کسی چیز کے پیدا کرنے کی انہیں طاقت نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے' ظاہر ہے کہ خالق اور غیر خالق یکساں نہیں' پھر دونوں کی عبادت کرنا کس قدر ستم ہے؟ اتنا بھی بے ہوش ہو جانا شایان انسانیت نہیں۔ پھر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور کثرت بیان فرماتا ہے کہ تمہاری گنتی میں بھی نہیں آ سکتیں' اتنی نعمتیں میں نے تمہیں دے رکھی ہیں یہ بھی تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ میری نعمتوں کی گنتی کر سکو' اللہ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرماتا رہتا ہے اگر اپنی تمام تر نعمتوں کا شکر بھی تم سے طلب کرے تو تمہارے بس کا نہیں۔ اگر ان نعمتوں کے بدلے تم سے چاہے تو تمہاری طاقت سے خارج ہے سنو! اگر وہ تم سب کو عذاب کرے تو بھی وہ ظالم نہیں لیکن وہ غفور ورحیم اللہ تمہاری برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے' تمہاری تقصیروں سے تجاوز کر لیتا ہے۔ توبہ' رجوع' اطاعت اور طلب رضامندی کے ساتھ جو گناہ ہو جائیں ان سے چشم پوشی کر لیتا ہے۔ بڑا ہی رحیم ہے' توبہ کے بعد عذاب نہیں کرتا۔

وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تُسِرُّوۡنَ وَمَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَا
يَخۡلُقُوۡنَ شَيۡـًٔا وَّهُمۡ يُخۡلَقُوۡنَ ﴿۲۰﴾ اَمۡوَاتٌ غَيۡرُ اَحۡيَآءٍ ۚ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ۙ
اَيَّانَ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۲۱﴾ ع ۲

جو کچھ تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو اللہ سب کچھ جانتا ہے ○ جن جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں ○ مردے ہیں زندہ نہیں' انہیں تو یہ بھی شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے ○

ہر چیز کا خالق ومالک اللہ تعالیٰ: چھپا' کھلا سب کچھ اللہ جانتا ہے' دونوں اس پر یکساں ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ قیامت کے دن دے گا نیکوں کو جزا بدوں کو سزا۔ جن معبودان باطل سے لوگ اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں وہ کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ جیسے کہ خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ﴿اَتَعۡبُدُوۡنَ مَا تَنۡحِتُوۡنَ ○ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ [1] تم انہیں پوجتے ہو جنہیں خود بناتے

[1] [سورۃ الصافات: آیت ۹۵، ۹۶]

ہو۔ درحقیقت تمہارا اور تمہارے کاموں کا خالق صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ بلکہ تمہارے معبود جو اللہ کے سوا جمادات' بے روح چیزیں' سنتے سیکھتے اور شعور نہیں رکھتے انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ قیامت کب ہوگی؟ تو ان سے نفع کی امید اور ثواب کی توقع کیسے رکھتے ہو؟ یہ امید تو اس اللہ سے ہونی چاہئے جو ہر چیز کا عالم اور تمام کائنات کا خالق ہے۔

اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

تم سب کا معبود صرف اللہ اکیلا ہے' آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل منکر ہیں اور وہ خود تکبر سے بھرے ہوئے ہیں ○
بیشک وشبہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جسے چھپائیں اور جسے ظاہر کریں بخوبی جانتا ہے' وہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ○

اللہ ہی معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں' وہ واحد ہے' احد ہے' فرد ہے' صمد ہے' کافروں کے دل بھلی بات سے انکار کرتے ہیں وہ اس حق کلمے کو سن کر سخت حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ واحد کا ذکر سن کر ان کے دل مرجھا جاتے ہیں۔ ہاں اوروں کا ذکر ہو تو کھل جاتے ہیں (۱) یہ اللہ کی عبادت سے مغرور ہیں۔ نہ ان کے دل میں ایمان نہ عبادت کے عادی۔ ایسے لوگ ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چھپے کھلے کا عالم ہے ہر عمل پر جزا اور سزا دے گا وہ مغرور لوگوں سے بیزار ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع

ان سے جب دریافت کیا جائے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل فرمایا ہے؟ تو جواب دیتے ہیں اگلوں کی کہانیاں ہیں ○
اسی کا نتیجہ ہوگا کہ قیامت کے دن یہ لوگ اپنے پورے بوجھ کے ساتھ ہی ان کے بوجھ کے بھی حصے دار ہوں گے جنہیں بے علمی سے گمراہ کرتے رہے' دیکھو تو کیسا برا بوجھ اٹھا رہے ہیں؟ ○

قرآنی تعلیمات کو پہلوں کے افسانے کہنے والے: ان منکرین قرآن سے سوال کیا جائے کہ کلام اللہ میں کیا نازل ہوا تو اصل جواب سے ہٹ کر بک دیتے ہیں کہ سوائے گزرے ہوئے افسانوں کے کیا رکھا ہے؟ وہی لکھ لئے ہیں اور صبح شام دہرا رہے ہیں۔ (۲) پس رسول اللہ ﷺ پر افترا باندھتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی اس کے خلاف اور کچھ کہنے لگتے ہیں۔ دراصل کسی بات پر جم ہی نہیں سکتے اور یہ بہت بڑی دلیل ہے ان کے تمام اقوال کے باطل ہونے کی۔ ہر ایک جو حق سے ہٹ جائے وہ یونہی مارا مارا بہکا بہکا پھرتا ہے کبھی حضور ﷺ کو جادوگر کہتے' کبھی شاعر'

---

(۱) [سورۃ الزمر: آیت ۴۵] (۲) [سورۃ الفرقان: آیت ۵]

کبھی کاھن، کبھی مجنون، پھر ان کے بڈھے گرو ولید بن مغیرہ مخزومی نے انہیں بڑے غور و خوض کے بعد کہا کہ سب مل کر اس کلام کو موثر جادو کہا کرو۔ ان کے اس قول کا نتیجہ بد ہوگا اور ہم نے انہیں اس راہ پر اس لئے لگا دیا ہے کہ یہ اپنے پورے گناہوں کے ساتھ ان کے بھی کچھ گناہ اپنے اوپر لادیں جو ان کے مقلد ہیں اور ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے ہدایت کی دعوت دینے والے کو اپنے اجر کے ساتھ اپنے متبع لوگوں کا اجر بھی ملتا ہے لیکن ان کے اجر کم نہیں ہوتے اور برائی کی طرف بلانے والوں کو ان کی ماننے والوں کے گناہ بھی ملتے ہیں لیکن ماننے والوں کے گناہ کم ہو کر نہیں۔ [1] قرآن کریم کی اور آیت میں ہے ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ﴾ [2] الخ، یہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ ہی ساتھ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے اور ان کے افترا کا سوال ان سے قیامت کے دن ہونا ضروری ہے۔ پس ماننے والوں کے بوجھ گو ان کی گردنوں پر ہیں لیکن وہ بھی ہلکے نہیں ہوں گے۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُم مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِن فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تُشَاقُّونَ فِيهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٢٧﴾

ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی مکر کیا تھا آخرش حکم اللہ ان کی عمارتوں کی جڑوں سے پہنچا اور ان کے سروں پر ان کی چھتیں اوپر سے گر پڑیں اور ان کے پاس عذاب وہاں سے آ گیا جہاں کا انہیں خواب و خیال بھی نہ تھا ○ پھر قیامت والے دن بھی اللہ تعالیٰ انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم لڑتے جھگڑتے رہتے تھے؟ جنہیں علم دیا گیا تھا وہ جواب دیں گے کہ آج تو کافروں کو رسوائی اور برائی چمٹ گئی ○

نمرود کا کچھ بیان: بعض تو کہتے ہیں اس مکار سے مراد نمرود ہے جس نے بالا خانہ تیار کیا تھا۔ سب سے پہلے بڑی سرکشی اسی نے زمین میں کی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کرنے کو ایک مچھر بھیجا جو اس کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کا بھیجا چاٹتا رہا، اس مدت میں اسے اس وقت سکون معلوم ہوتا تھا جب اس کے سر پر ہتھوڑے مارے جائیں، خوب دونوں ہاتھوں کے زور سے اس کے سر پر ہتھوڑے پڑتے رہتے تھے۔ اس نے چار سو سال تک سلطنت بھی کی تھی اور خوب فساد پھیلایا تھا۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد بخت نصر ہے یہ بھی بڑا مکار تھا لیکن اللہ کو کوئی کیا نقصان پہنچا سکتا ہے؟ گو اس کا مکر پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے سرکا دینے والا ہو۔ [3] بعض کہتے ہیں یہ تو کافروں اور مشرکوں نے اللہ کے ساتھ جو غیروں کی عبادت کی ان کے عمل کی بربادی کی مثال ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا﴾ [4] ان کافروں نے بڑا ہی مکر کیا، ہر حیلے سے لوگوں کو گمراہ کیا، ہر

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب العلم: باب من سن سنة حسنة (۲۶۷۶) ترمذی: کتاب العلم: باب ماجاء فیمن دعا الی هدی (۲۶۷٤) ابوداؤد: کتاب السنة: باب لزوم السنة (٤٦٠٩)]

[2] [العنکبوت: ۱۳] [3] [ابراھیم: ٤٦] [4] [نوح: ۲۲]

وسیلے سے انہیں شرک پر آمادہ کیا۔ ان کے چیلے قیامت کے دن ان سے کہیں گے کہ تمہارا رات دن کا مکر کہ ہم سے کفر و شرک کیلئے کہنا' الخ۔ (۱) ان کی عمارت کی جڑ اور بنیاد سے عذاب الٰہی آ یا یعنی بالکل ہی کھود دیا اصل سے کاٹ دیا جیسے فرمان ہے جب لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے۔ (۲) اور فرمان ہے ان کے پاس اللہ ایسی جگہ سے آیا جہاں انہیں خیال بھی نہ تھا' ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ یہ اپنے ہاتھوں اپنے مکانات تباہ کرنے لگے اور دوسری جانب سے مومنوں کے ہاتھوں مٹے' عقل مندو! عبرت حاصل کرو۔ (۳) یہاں فرمایا کہ اللہ کا عذاب ان کی عمارت کی بنیاد سے آ گیا اور ان پر اوپر سے چھت آ پڑی اور نادانستہ جگہ سے ان پر عذاب اتر آیا۔ قیامت کے دن کی رسوائی اور فضیحت ابھی باقی ہے' اس وقت چھپا ہوا سب کھل جائے گا اندر کا سب باہر آ جائے گا۔ سارا معاملہ طشت از بام ہو جائے گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ہر غدار کے لئے اس کے پاس ہی جھنڈا گاڑ دیا جائے گا جو اس کے غدر کے مطابق ہوگا اور مشہور کر دیا جائے گا کہ فلاں کا یہ غدر ہے جو فلاں کا لڑکا تھا۔ (۴) اسی طرح ان لوگوں کو بھی میدان محشر میں سب کے سامنے رسوا کیا جائے گا۔ ان سے ان کا پروردگار ڈانٹ ڈپٹ کر دریافت فرمائے گا کہ جن کی حمایت میں تم میرے بندوں سے الجھتے رہتے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے؟ آج بے یار و مددگار کیوں ہو؟ یہ چپ ہو جائیں گے' کیا جواب دیں؟ لاچار ہو جائیں گے' کون سی جھوٹی دلیل پیش کریں؟ اس وقت علماء کرام جو دنیا اور آخرت میں اللہ کے اور مخلوق کے پاس عزت رکھتے ہیں جواب دیں گے کہ رسوائی اور عذاب آج کافروں کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان کے معبودان باطل ان سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ
مِنْ سُوْۗءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

یہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے فرشتے جب ان کی جان قبض کرنے لگے اس وقت انہوں نے صلح کی بات ڈالی کہ ہم برائی نہیں کرتے تھے' کیوں نہیں؟ اللہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ تم کرتے تھے ○ پس اب تو ہمیشگی کے طور پر تم جہنم کے دروازوں سے جہنم میں جاؤ' سو کیا ہی برا ٹھکانا ہے غرور کرنے والوں کا ○

جب مشرکین کی روح قبض کی جاتی ہے: مشرکین کی جان کنی کے وقت کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جب فرشتے ان کی جان لینے کیلئے آتے ہیں' تو یہ اس وقت سننے' عمل کرنے اور مان لینے کا اقرار کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اپنے کرتوت چھپاتے ہوئے اپنی بے گناہی بیان کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی قسمیں کھا کر اپنا مشرک نہ ہونا بیان کریں گے۔ جس طرح دنیا میں بھی اپنی بے گناہی پر لوگوں کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے

---

(۱) [سبا: ۳۳] (۲) [المائدہ: ٦٤] (۳) [الحشر: ۲]

(۴) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجزیة: باب اثم الغادر للبر و الفاجر (۳۱۸٦) صحیح مسلم: کتاب الجهاد والسیر: باب تحریم الغدر (۱۷۳٦)]

تھے۔ انہیں جواب ملے گا کہ جھوٹے ہو بداعمالیاں جی کھول کر کر چکے ہو اللہ غافل نہیں جو باتوں میں آ جائے ہر ایک عمل اس پر روشن ہے۔ اب اپنے کرتوتوں کا خمیازہ بھگتو اور جہنم کے دروازوں سے جا کر ہمیشہ اسی بری جگہ میں پڑے رہو۔ مقام برا ذلت ورسوائی والا اللہ کی آیتوں سے تکبر کرنے کا اور اس کے رسولوں کی اتباع سے جی چرانے کا یہی بدلہ ہے۔ مرتے ہی ان کی روحیں جہنم رسید ہوئیں اور جسموں پر قبروں میں جہنم کی گرمی اور اس کی لپک آنے لگی۔ قیامت کے دن روحیں جسموں سے مل کر نار جہنم میں گئیں اب نہ موت نہ تخفیف۔ [1] جیسے فرمان باری ہے ﴿اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا﴾ [2] الخ' یہ دوزخ کی آگ کے سامنے ہر صبح شام لائے جاتے ہیں۔ قیامت قائم ہوتے ہی اے آل فرعون تم سخت تر عذاب میں چلے جاؤ۔

وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَیْرًا ۭ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ
الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ
یَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ یَجْزِی
اللّٰهُ الْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ طَیِّبِیْنَ ۙ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ ۙ ادْخُلُوا
الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

پرہیزگاروں سے پوچھا جائے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل فرمایا ہے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اچھے سے اچھا' جن لوگوں نے بھلائی کی ان کیلئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے' اور یقیناً آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے' کیا ہی خوب پرہیزگاروں کا گھر ہے ○ ہیشگی والے باغات جہاں وہ جائیں گے جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جو کچھ طلب کریں وہاں ان کیلئے موجود ہے' پرہیزگاروں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح بدلے عطا فرماتا ہے ○ ان کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف ہوں کہتے ہیں کہ تمہارے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے جاؤ جنت میں اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے ○

پرہیزگاروں کے لیے اچھا بدلہ: بروں کے حالات بیان کر کے نیکوں کے حالات جو ان کے بالکل برعکس ہیں۔ بیان فرما رہا ہے برے لوگوں کا جواب تو یہ تھا کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب صرف گزرے لوگوں کے افسانے کی نقل ہے لیکن یہ نیک لوگ جواب دیتے ہیں کہ وہ سراسر برکت و رحمت ہے جو بھی اسے مانے اور اس پر عمل کرے وہ برکت و رحمت سے مالا مال ہو جائے۔ پھر خبر دیتا ہے کہ میں اپنے رسولوں سے وعدہ کر چکا ہوں کہ نیکوں کو دونوں جہان کی خوشی حاصل ہو گی۔ جیسے فرمان ہے کہ جو شخص نیک عمل کرے' خواہ مرد ہو خواہ عورت۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ مومن ہو تو ہم اسے بڑی پاک زندگی عطا فرمائیں گے اور اس کے بہترین اعمال کا بدلہ بھی ضرور دیں گے' [3]

---

[1] [سورة فاطر: آیت ٣٦]　[2] [سورة غافر: آیت ٤٦]

[3] [سورة النحل: آیت ٩٧]

دونوں جہان میں وہ جزا پائے گا۔ یاد رہے کہ دار آخرت' دار دنیا سے بہت ہی افضل و احسن ہے۔ وہاں کی جزا نہایت اعلیٰ اور دائمی ہے جیسے قارون کے مال کی تمنا کرنے والوں سے علماء کرام نے فرمایا تھا کہ ثواب الٰہی بہتر ہے' (۱) الخ قرآن فرماتا ہے ﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ﴾ (۲) اللہ کے پاس کی چیزیں نیک کاروں کے لئے بہت اعلیٰ ہیں۔ اور جگہ ہے آخرت خیر اور باقی ہے۔ (۳) اپنے نبی ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا تیرے لئے آخرت دنیا سے اعلیٰ ہے۔ (۴) پھر فرماتا ہے دار آخرت متقیوں کیلئے بہت ہی اچھا ہے۔

﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ﴾ بدل ہے ﴿دَارُ الْمُتَّقِيْنَ﴾ کا یعنی ان کیلئے آخرت میں جنت عدن ہے جہاں وہ رہیں گے جس کے درختوں اور محلوں کے نیچے سے برابر چشمے ہر وقت جاری ہیں' جو چاہیں گے پائیں گے۔ آنکھوں کی ہر ٹھنڈک موجود ہو گی وہ بھی ہیشگی والی۔ (۵) حدیث میں ہے اہل جنت بیٹھے ہوں گے' سر پر ابر اٹھے گا اور جو خواہش یہ کریں گے وہ ان کو عطا کرے گا یہاں تک کہ کوئی کہے گا اس کو ہم عمر کنواریاں ملیں تو یہ بھی ہو گا۔ پرہیزگار تقویٰ شعار لوگوں کے بدلے اللہ ایسے ہی دیتا ہے جو ایمان دار ہوں' ڈرنے والے ہوں اور نیک عمل ہوں۔ ان کے انتقال کے وقت یہ شرک کی گندگی سے پاک ہوتے ہی فرشتے آتے ہیں' سلام کرتے ہیں' جنت کی خوشخبری سناتے ہیں۔ جیسے فرمان عالی شان ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ (۶) الخ' جن لوگوں نے اللہ کو رب مانا' پھر اس پر جمے رہے' ان کے پاس فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں تم کوئی غم نہ کرو' جنت کی خوشخبری سنو' جس کا تم سے وعدہ تھا' ہم دنیا آخرت میں تمہارے والی ہیں' جو تم چاہو گے پاؤ گے جو مانگو گے ملے گا۔ تم اللہ غفور و رحیم کے مہمان ہو۔ اس مضمون کی حدیثیں ہم آیت ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (۷) الخ' کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ ع

کیا یہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں یا تیرے رب کا حکم آ جائے؟ ایسا ہی ان لوگوں نے بھی کیا تھا جو ان سے پہلے تھے' ان پر اللہ تعالیٰ نے کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ○ پس ان کے برے اعمال کے نتیجے انہیں مل گئے۔ اور جس کی ہنسی اڑاتے تھے وہ ان پر الٹ پڑا ○

کیا تم موت یا قیامت کے منتظر ہو؟ اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکوں کو ڈانٹتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہیں تو فرشتوں کا

---

(۱) [سورۃ القصص: آیت ۸۰] (۲) [سورۃ ال عمران: آیت ۱۹۸]
(۳) [سورۃ اعلی: آیت ۱۷] (۴) [سورۃ الضحیٰ: آیت ٤]
(۵) [سورۃ الزخرف: آیت ۷۱] (۶) [سورۃ فصلت: آیت ۳۰، ۳۲]
(۷) [سورۃ ابراهیم: آیت ۲۷]

انتظار ہے جو ان کی روح قبض کرنے کیلئے آئیں گے یا قیامت کا انتظار ہے اور اس کے افعال واحوال کا۔ ان جیسے ان سے پہلے کے مشرکین کا یہی وطیرہ رہا یہاں تک کہ ان پر عذاب الٰہی آ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت پوری کر کے' ان کے عذر ختم کر کے' کتابیں اتار کر' رسول بھیج کر' پھر بھی ان کے انکار کی شدت کے بعد ان پر عذاب اتارے۔ اللہ کے رسولوں کی دھمکیوں کو مذاق میں اڑانے کے وبال میں گر گئے۔ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے اپنا بگاڑ لیا۔ اسی لئے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے رہے۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَاۤ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

مشرک لوگ کہنے لگے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادے اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے نہ اس کے فرمان بغیر کسی چیز کو حرام کرتے' یہی فعل ان سے پہلے کے لوگوں کا رہا' تو رسولوں پر تو صرف کھلم کھلا پیغام کا پہنچا دینا ہے ○ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو صرف اللہ کی عبادت کرتے رہو اور اس کے سوا کے تمام معبودوں سے بچو' پس بعض لوگوں کو تو اللہ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہو چکی' تم آپ زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ ○ گو تو ان کی ہدایت کا لالچی رہ لیکن اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کر دے اور نہ ان کا کوئی مددگار ہوتا ہے ○

مشرک کی سوچ الٹی ہوتی ہے: مشرکوں کی الٹی سوچ دیکھئے' گناہ کریں' شرک پر اڑیں' حلال کو حرام کریں' جیسے جانوروں کو اپنے معبودوں کے نام سے منسوب کرنا اور تقدیر کو حجت بنائیں اور کہیں کہ اگر اللہ کو ہمارے اور ہمارے بڑوں کے یہ کام برے لگتے تو ہمیں اسی وقت سزا ملتی۔ انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ہمارا دستور نہیں' ہمیں تمہارے یہ کام سخت ناپسندیدہ ہیں اور ان کی ناپسندیدگی کا اظہار ہم اپنے سچے پیغمبروں کی زبانی کر چکے۔ سخت تاکیدی طور پر تمہیں ان سے روک چکے' ہر بستی' ہر جماعت' ہر شہر میں اپنے پیغمبر بھیجے' سب نے اپنا فرض ادا کیا۔ بندگان رب میں اس کے احکام کی تبلیغ صاف صاف کر دی۔

سب سے کہہ دیا کہ ایک اللہ کی عبادت کیا کرو' اس کے سوا دوسرے کو نہ پوجو' سب سے پہلے جب شرک کا ظہور زمین پر ہوا اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو خلعت نبوت دے کر بھیجا اور سب سے آخر ختم المرسلین کا لقب دے کر رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی بنایا' جن کی دعوت تمام جن وانس کے لئے زمین کے اس کونے سے اس کونے تک تھی جیسے فرمان ہے ﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا

﴿فَاعْبُدُوْنِ﴾ (1) یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے‘ سب کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی اور معبود نہیں پس تم صرف میری ہی عبادت کرو۔ ایک اور آیت میں ہے تو اپنے سے پہلے کے رسولوں سے پوچھ لے کہ کیا ہم نے ان کیلئے سوائے اپنے اور معبود مقرر کئے تھے‘ جن کی وہ عبادت کرتے ہوں؟ (2) یہاں بھی فرمایا ہر امت کے رسولوں کی دعوت توحید کی تعلیم اور شرک سے بیزاری ہی رہی۔ پس مشرکین کو اپنے شرک پر‘ اللہ کی چاہت‘ اس کی شریعت سے معلوم ہوتی ہے اور وہ ابتدا ہی سے شرک کی بیخ کنی اور توحید کی مضبوطی کی ہے۔ تمام رسولوں کی زبانی اس نے یہی پیغام بھیجا۔ ہاں انہیں شرک کرتے ہوئے چھوڑ دینا یہ اور بات ہے جو قابل حجت نہیں۔ اللہ نے جہنم اور جہنمی بھی تو بنائے ہیں۔ شیطان کافر سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور اپنے بندوں سے ان کے کفر پر راضی نہیں۔ اس میں بھی اس کی حکمت تامہ اور حجت بالغہ ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ رسولوں کے آگاہ کر دینے کے بعد دنیاوی سزائیں بھی کافروں اور مشرکوں پر آئیں۔ بعض کو ہدایت بھی ہوئی‘ بعض اپنی گمراہی میں ہی بھٹکتے رہے۔ تم رسولوں کے مخالفین کا‘ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کا انجام زمین میں چل پھر کر خود دیکھ لو۔ گزشتہ واقعات کا جنہیں علم ہے ان سے دریافت کر لو کہ کس طرح عذاب الٰہی نے مشرکوں کو غارت کیا۔ اس وقت کے کافروں کے لئے ان کافروں میں مثالیں اور عبرت موجود ہے۔ دیکھ لو اللہ کے انکار کا نتیجہ کتنا مہلک ہوا؟ پھر اپنے رسول ﷺ سے فرماتا ہے کہ گو آپ ان کی ہدایت کے کیسے ہی حریص ہوں لیکن بے فائدہ ہے۔ رب ان کی گمراہیوں کی وجہ سے انہیں در رحمت سے دور ڈال چکا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ (3) جسے اللہ ہی فتنے میں ڈالنا چاہے تو اسے کچھ بھی تو نفع نہیں پہنچا سکتا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا اگر اللہ کا ارادہ تمہیں بہکانے کا ہے تو میری نصیحت اور خیر خواہی تمہارے لئے محض بے سود ہے۔ (4) اس آیت میں بھی فرماتا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ بہکا دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ وہ تو دن بدن اپنی سرکشی اور بہکاوے میں بڑھتے رہتے ہیں۔ (5) فرمان ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (6) الخ‘ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے کا۔ گو تمام نشانیاں ان کے پاس آ جائیں یہاں تک کہ عذاب الیم کا منہ دیکھ لیں۔ پس اللہ یعنی اس کی شان‘ اس کا امر۔ اس لئے کہ جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ پس فرماتا ہے کہ وہ اپنے گمراہ کئے ہوئے کو راہ نہیں دکھاتا۔ نہ کوئی اور اس کی رہبری کر سکتا ہے نہ کوئی اس کی مدد کیلئے اٹھ سکتا ہے کہ عذاب الٰہی سے بچا سکے۔ خلق و امر اللہ ہی کا ہے وہ رب العالمین ہے‘ (7) اس کی ذات بابرکت ہے‘ وہی سچا معبود ہے۔

---

(1) [الانبیاء: ۲۵]
(2) [الزخرف: ۴۵]
(3) [المائدہ: ۴۱]
(4) [ھود: ۳۴]
(5) [الاعراف: ۱۸۶]
(6) [یونس: ۹۶، ۹۷]
(7) [الاعراف: ۵۴]

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ ۙ لَا یَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ یَّمُوْتُ ؕ بَلٰی وَعْدًا عَلَیْهِ
حَقًّا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِیُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِیْ یَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ
وَ لِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِیْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ
نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ ع

بڑی سخت سخت قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ مردوں کو اللہ زندہ نہیں کرے گا' ہاں ضرور زندہ کرے گا یہ تو اس کا برحق لازمی وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ بے علمی کر رہے ہیں ○ اس لئے بھی کہ یہ جس چیز میں اختلاف کرتے تھے اسے اللہ تعالیٰ صاف کردے اور اس لئے بھی کہ خود کافر اپنا جھوٹا ہونا جان لیں ○ ہم جب کسی چیز کا ارادہ کریں تو صرف ہمارا یہ کہہ دینا ہوتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے ○

قیامت ضرور آئے گی: چونکہ کافر قیامت کے قائل نہیں اس لئے دوسروں کو بھی اس عقیدے سے ہٹانے کے لئے وہ پوری کوشش کرتے ہیں۔ ایمان فروشی کرکے اللہ کی تاکیدی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اللہ کا یہ وعدہ برحق ہے لیکن اکثر لوگ بوجہ اپنی جہالت اور لاعلمی کے رسولوں کے خلاف کرتے ہیں' اللہ کی باتوں کو نہیں مانتے اور کفر کے گڑھے میں گرتے ہیں۔ پھر قیامت کے آنے اور جسموں کے دوبارہ زندہ ہونے کی بعض حکمتیں ظاہر فرماتا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ دنیوی اختلافات میں حق کیا تھا وہ ظاہر ہو جائے' بروں کو سزا اور نیکوں کو جزا ملے گی۔ کافروں کا اپنے عقیدے' اپنے قول' اپنی قسم میں جھوٹا ہونا کھل جائے۔ اس وقت سب دیکھ لیں گے کہ انہیں دھکے دے کر جہنم میں جھونکا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جہنم جس کا تم انکار کرتے رہے اب بتاؤ یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ اس میں اب پڑے رہو۔ صبر سے رہو یا ہائے وائے کرو' سب برابر ہے' اعمال کا بدلہ بھگتنا ضروری ہے۔ [1]

ہر چیز پر قادر ذات صرف اللہ: پھر اپنی بے اندازہ قدرت کا بیان فرماتا ہے کہ جو وہ چاہے اس پر قادر ہے کوئی بات اسے عاجز نہیں کر سکتی' کوئی چیز اس کے اختیار سے خارج نہیں' وہ جو کرنا چاہے فرما دیتا ہے کہ ہو جا اسی وقت وہ کام ہو جاتا ہے۔ قیامت بھی اس کے فرمان کا عمل ہے جیسے فرمایا ایک آنکھ جھپکنے میں اس کا کہا ہو جائے گا [2] تم سب کا پیدا کرنا اور مرنے کے بعد زندہ کر دینا اس پر ایسا ہی ہے جیسے ایک کو ادھر کہا ہو جا ادھر ہو گیا۔ اس کو دوبارہ کہنے یا تاکید کرنے کی بھی ضرورت نہیں اس کے ارادہ سے مراد جدا نہیں۔ کوئی نہیں جو اس کے خلاف کر سکے' اس کے حکم کے خلاف زبان ہلا سکے۔ وہ واحد و قہار ہے' وہ عظمتوں اور عزتوں والا ہے۔ سلطنت اور جبروت والا ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی معبود نہ حاکم نہ رب نہ قادر۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ابن آدم! مجھے گالیاں دیتا ہے اسے ایسا نہیں چاہئے تھے۔ وہ مجھے جھٹلا رہا ہے حالانکہ یہ بھی اسے لائق نہ تھا۔ اس کا جھٹلانا تو یہ

[1] [الطور: ١٤، ١٦]
[2] [القمر: ٥٠]

ہے کہ سخت قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ اللہ مردوں کو پھر زندہ نہ کرے گا میں کہتا ہوں یقیناً زندہ ہوں گے۔ یہ برحق ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں اور اس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ کہتا ہے اللہ تین میں کا تیسرا ہے حالانکہ میں احد ہوں، میں اللہ ہو میں صمد ہوں، جس کا ہم جنس کوئی اور نہیں۔ ابن ابی حاتم میں تو یہ حدیث موقوفاً مروی ہے۔ بخاری و مسلم میں دوسرے لفظوں کے ساتھ مرفوعاً روایت بھی آئی ہے۔ [1]

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ
وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ؀ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ؀

وقف لازم

جن لوگوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد راہ اللہ میں ترک وطن کیا ہے ہم انہیں بہتر سے بہتر ٹھکانا دنیا میں عطا فرمائیں گے، اور آخرت کا ثواب تو بہت ہی بڑا ہے کاش کہ لوگ اس سے واقف ہوتے ○ جنہوں نے دامن صبر نہ چھوڑا اور اپنے پالنے والے پر ہی بھروسہ کرتے رہے ○

اللہ کی راہ میں ہجرت: جو لوگ اللہ کی راہ میں ترک وطن کر کے، احباب، رشتے، کنبے تجارت کو اللہ کے نام پر ترک کر کے دین ربانی کی پاسبانی میں ہجرت کر جاتے ہیں ان کے اجر بیان ہو رہے ہیں کہ دونوں جہان میں یہ اللہ کے ہاں معزز و محترم ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ سبب نزول اس کا مہاجرین حبش ہوں جو مکے میں مشرکین کی سخت ایذائیں سہنے کے بعد ہجرت کر کے حبش چلے گئے کہ آزادی سے دین حق پر عامل رہیں۔ ان کے بہترین لوگ یہ تھے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ آپ کی بیوی صاحبہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور حضرت ابو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ کے چچا زاد بھائی تھے اور حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ قریب قریب اسی (۸۰) آدمی تھے مرد بھی عورتیں بھی جو سب صدیق اور صدیقہ تھے اللہ ان سب سے خوش ہو اور انہیں بھی خوش رکھے۔ پس اللہ تعالیٰ ایسے سچے لوگوں سے وعدہ فرماتا ہے کہ انہیں وہ اچھی جگہ عنایت فرمائے گا۔ جیسے مدینہ اور پاک روزی، مال کا بھی بدلہ ملا اور وطن کا بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے جیسی چیز کو چھوڑے اللہ تعالیٰ اس جیسی بلکہ اس سے کہیں بہتر، پاک اور حلال عطا فرماتا ہے۔ ان غریب الوطن مہاجرین کو دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاکم و بادشاہ کر دیا اور دنیا پر ان کو سلطنت عطا کی۔ ابھی آخرت کا اجر و ثواب باقی ہے۔ پس ہجرت سے جان چرانے والے مہاجرین کے ثواب سے واقف ہوتے تو ہجرت میں سبقت کرتے۔ اللہ تعالیٰ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے خوش ہو کہ آپ جب کبھی کسی مہاجر کو اس کا حصہ غنیمت وغیرہ دیتے تو فرماتے اللہ تمہیں برکت دے یہ تو دنیا کا اللہ کا وعدہ ہے، اور ابھی اجر آخرت جو بہت عظیم الشان ہے، باقی ہے۔ پھر اسی آیت مبارکہ کی تلاوت کرتے۔ ان پاکباز لوگوں کا اور وصف بیان فرماتا ہے کہ جو تکلیفیں اللہ کی راہ میں انہیں پہنچتی ہیں یہ انہیں جھیل لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر جو انہیں توکل ہے، اس میں کبھی فرق نہیں آتا، اسی لئے دونوں جہان کی بھلائیاں یہ لوگ اپنے دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لیتے ہیں۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر (٤٩٧٤) مسند احمد (٢/٣٩٣)]

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

تجھ سے پہلے بھی ہم انسانوں کو ہی بھیجتے رہے جن کی جانب وحی اتارا کرتے تھے پس تم اگر نہیں جانتے تو یادو الوں سے دریافت کر لو○ دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ۔ یہ یاد اور کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے تو اسے کھول کھول کر بیان کر دے شاید کہ وہ دھیان دھریں○

تمام پیغمبر انسانی روپ میں آئے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو عرب نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ اللہ کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ وہ کسی انسان کو اپنا رسول بنائے جس کا ذکر قرآن میں بھی ہے۔ فرماتا ہے ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا﴾ [1] الخ، کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب معلوم ہوا کہ ہم نے کسی انسان کی طرف اپنی وحی نازل فرمائی کہ وہ لوگوں کو آگاہ کر دے۔ اور فرمایا ہم نے تجھ سے پہلے بھی جتنے رسول بھیجے سبھی انسان تھے جن پر ہماری وحی آتی تھی۔ تم پہلی آسمانی کتاب والوں سے پوچھ لو کہ وہ انسان تھے یا فرشتے؟ اگر وہ بھی انسان ہوں تو پھر اپنے قول سے باز آؤ ہاں اگر ثابت ہو کہ سلسلہ نبوت فرشتوں میں ہی رہا تو بیشک اس نبی کا انکار کرتے ہوئے تم اچھے لگو گے۔ اور آیت میں ﴿مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ [2] کا لفظ بھی فرمایا یعنی وہ رسول بھی زمین کے باشندے تھے' آسمان کی مخلوق نہ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مراد اہل ذکر سے اہل کتاب ہیں۔ مجاہد اور اعمش رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے عبدالرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ذکر سے مراد قرآن ہے جیسے ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ [3] الخ میں ہے یہ قول خود ٹھیک ہے لیکن اس آیت سے مراد قرآن لینا درست نہیں کیونکہ قرآن کے تو وہ منکر تھے پھر قرآن والوں سے پوچھ کر ان کی تشفی کیسے ہو سکتی تھی؟ اسی طرح امام ابو جعفر باقر سے مروی ہے کہ ہم اہل ذکر ہیں یعنی یہ امت۔ یہ قول بھی اپنی جگہ درست ہے فی الواقع یہ امت تمام اگلی امتوں سے زیادہ علم والی ہے اور اہل بیت کے علماء اور علماء سے بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ جب کہ وہ سنت مستقیمہ پر ثابت قدم ہوں۔ جیسے علی' ابن عباس' حسین رضی اللہ عنہم محمد بن حنفیہ' علی بن حسین زین العابدین' علی بن عبداللہ بن عباس' ابو جعفر باقر' محمد بن علی بن حسین اور ان کے صاحبزادے جعفر اور ان جیسے اور بزرگ حضرات علیہم السلام اللہ کی رحمت و رضا انہیں حاصل ہو۔ جو کہ اللہ کی رسی کو مضبوط تھامے ہوئے اور صراط مستقیم پر قدم جمائے ہوئے اور ہر حقدار کے حق کو بجا لانے والے اور ہر ایک کو اس کی سچی جگہ اتارنے والے' ہر ایک کی قدر و عزت کرنے والے تھے اور خود وہ اللہ کے تمام نیک بندوں کے دلوں میں اپنی مقبولیت رکھتے ہیں۔ یہ بے شک صحیح تو ہے لیکن اس آیت میں یہ مراد نہیں۔ یہاں بیان ہو رہا ہے کہ آپ بھی انسان ہیں اور آپ سے پہلے بھی انبیاء بنی

[1] [یونس: ۲] [2] [یوسف: ۱۰۹] [3] [الحجر: ۹]

آدم میں سے ہی ہوتے رہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ [1]
الخ، کہہ دے کہ میرا رب پاک ہے میں صرف ایک انسان ہوں جو اللہ کا رسول ہوں۔ لوگ محض یہ بہانہ کر کے
رسولوں کا انکار کر بیٹھے کہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اپنی رسالت دے؟۔ اور آیت میں ہے تجھ سے پہلے
جتنے رسول ہم نے بھیجے سبھی کھانے پینے اور بازاروں میں چلنے پھرنے والے تھے۔ [2] اور آیت میں ہے ہم نے
ان کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانے پینے سے بے نیاز ہوں یا یہ کہ مرنے والے ہی نہ ہوں۔ [3]

اور جگہ ارشاد ہے ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ [4] میں کوئی شروع کا اور پہلا نیا رسول تو
نہیں؟ ایک اور آیت میں ہے میں تم جیسا انسان ہوں میری جانب وحی اتاری جاتی ہے الخ، [5] پس یہاں ارشاد
ہوا کہ پہلی کتابوں والوں سے پوچھ لو کہ نبی انسان ہوتے تھے یا غیر انسان؟ پھر یہاں فرماتا ہے کہ رسول کو وہ دلیلیں
دے کر حجتیں عطا فرما کر بھیجتا ہے کتابیں ان پر نازل فرماتا ہے صحیفے انہیں عطا فرماتا ہے۔ زُبر سے مراد کتابیں ہیں
جیسے قرآن میں اور جگہ ہے ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ﴾ [6] جو کچھ انہوں نے کیا کتابوں میں ہے۔ اور
آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ﴾ [7] ہم نے زبور میں لکھ دیا الخ، پھر فرماتا ہے ہم نے تیری طرف
ذکر نازل فرمایا یعنی قرآن اس لئے کہ چونکہ تو اس کے معنی مطلب سے بھی اچھی طرح واقف ہے ایسے لوگوں کو سمجھا
بجھا دے۔ حقیقتاً اے نبی آپ ہی اس پر سب سے زیادہ حریص ہیں آپ ہی اس کے سب سے بڑے عالم ہیں اور
آپ ہی اس کے سب سے زیادہ عامل ہیں۔ اس لئے کہ آپ افضل الخلائق ہیں۔ اولاد آدم کے سردار ہیں۔ جو
اجمال اس کتاب میں ہے اس کی تفصیل آپ کے ذمے ہے، لوگوں پر جو مشکل ہو آپ اسے سمجھا دیں تاکہ وہ
سوچیں سمجھیں راہ پائیں اور پھر نجات اور دونوں جہان کی بھلائی حاصل کریں۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ
الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝
اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰي تَخَوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

بدترین داؤ پیچ کرنے والے کیا اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں؟ کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان کے پاس ایسی
جگہ سے عذاب آ جائے جہاں کا انہیں وہم وگمان بھی نہ ہو ○ یا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے یہ کسی صورت میں اللہ کو عاجز نہیں
کر سکتے ○ یا انہیں ڈرا دھمکا کر پکڑ لے پس یقیناً تمہارا پروردگار اعلیٰ شفقت اور انتہائی رحم والا ہے ○

اللہ تعالیٰ جبار بھی ہے: اللہ تعالیٰ خالق کائنات اور مالک ارض وسماوات اپنے حلم کا باوجود علم کے اور اپنی مہربانی کا
باوجود غصے کے بیان فرماتا ہے کہ وہ اگر چاہے اپنے گنہگار و بدکردار بندوں کو زمین میں دھنسا سکتا ہے۔ بے خبری میں

[1] [الاسراء: ۹۳، ۹۴] [2] [الفرقان: ۲۰] [3] [الانبیاء: ۸]
[4] [الاحقاف: ۹] [5] [الکہف: ۱۱۰] [6] [القمر: ۵۲]
[7] [الانبیاء: ۱۰۵]

ان پر عذاب لا سکتا ہے لیکن اپنی غایت مہربانی سے درگزر کئے ہوئے ہے جیسے سورۂ تبارک میں فرمایا اللہ جو آسمان میں ہے کیا تم اس کے غضب سے نہیں ڈرتے؟ کہ کہیں زمین کو دلدل بنا کر اس میں دھنسا نہ دے کہ وہ تمہیں ہچکولے ہی لگاتی رہا کرے کیا تمہیں آسمانوں والے اللہ سے ڈر نہیں لگتا ہے کہ کہیں وہ تم پر آسمان سے پتھر برسا دے۔ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔ [1] اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مکار، بد کردار لوگوں کو ان کے چلتے پھرتے، آتے جاتے، کھاتے کماتے ہی پکڑ لے۔ سفر حضر رات دن جس وقت چاہے پکڑ لے، جیسے فرمان ہے ﴿اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى﴾ [2] الخ، کیا بستی والے اس سے نڈر ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس ہمارا عذاب رات ہی رات میں ان کے سوتے سلاتے ہی آ جائے۔ یا دن چڑھے ان کے کھیل کود کے وقت ہی آ جائے۔ اللہ کو کوئی شخص اور کوئی کام عاجز نہیں کر سکتا وہ ہارنے والا، تھکنے والا اور نا کام ہونے والا نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ باوجود ڈر خوف کے انہیں پکڑ لے تو دونوں عتاب ایک ساتھ ہو جائیں ڈر اور پھر پکڑ، ہر ایک کو اچانک موت آ جائے دوسرا ڈرے اور پھر مرے۔ لیکن رب العلیٰ، رب کائنات بڑا ہی رؤف و رحیم ہے اس لئے جلدی نہیں پکڑتا۔ بخاری و مسلم میں ہے خلاف طبع باتیں سن کر صبر کرنے میں اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ لوگ اس کی اولاد ٹھہراتے ہیں اور وہ انہیں رزق و عافیت عنایت فرماتا ہے۔ [3] بخاری و مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب پکڑ نازل فرماتا ہے پھر اچانک تباہ ہو جاتا ہے پھر حضور ﷺ نے آیت ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ﴾ [4] الخ، پڑھی۔ [5] اور آیت میں ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ﴾ [6] الخ، بہت سی بستیاں ہیں جنہیں میں نے کچھ مہلت دی لیکن آخر ان کے ظلم کی بنا پر انہیں گرفتار کر لیا۔ لوٹنا تو میری ہی جانب ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا
لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ
وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ السجدة

ع ۱۲ / ۱۳

کیا انہوں نے مخلوق اللہ میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا؟ کہ اس کے سائے دائیں بائیں جھک جھک کر اللہ کے سامنے سر بسجود

---

(1) [سورۃ الملك: آیت ١٦، ١٧]

(2) [سورۃ الاعراف: آیت ٩٧، ٩٨]

(3) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب الصبر فی الاذی (٦٠٩٩) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب فی الکفار (٢٨٠٤)]

(4) [سورۃ هود: آیت ١٠٢]

(5) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب و كذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى (٤٦٨٦) صحیح مسلم: کتاب البر و الصلة: باب تحريم الظلم (٢٥٨٣) ابن ماجه: کتاب الفتن: باب العقوبات (٤٠١٨) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة هود (٣١١٠)]

(6) [سورۃ الحج: آیت ٤٨]

ہیں اور عاجزی کا اظہار کرتے ہیں ○ یقیناً آسمان وزمین کے کل اور تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے کرتے ہیں اور ذرا بھی تو تکبر نہیں کرتے ○ اور اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے کپکپاتے رہتے ہیں اور جو حکم مل جائے اس کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں ○

اللہ کی عظیم شان وشوکت اور بادشاہت: اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کی عظمت وجلالت کبریائی اور بے ہمتائی کا خیال کیجئے کہ ساری مخلوق عرش سے فرش تک اس کے سامنے مطیع اور غلام۔ جمادات وحیوانات' انسان اور جنات' فرشتے اور کل کائنات' اس کی فرماں بردار' ہر چیز صبح شام اس کے سامنے ہر طرح سے اپنی عاجزی اور بے کسی کا ثبوت پیش کرنے والی' جھک جھک کر اس کے سامنے سجدے کرنے والی۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں سورج ڈھلتے ہی تمام چیزیں اللہ کے سامنے سجدے میں گر جاتی ہیں۔ ہر ایک رب العالمین کے سامنے ذلیل وپست ہے' پہاڑ وغیرہ کا سجدہ ان کا سایہ ہے' سمندر کی موجیں اس کی نماز ہے۔ انہیں گویا ذوی العقول سمجھ کر سجدے کی نسبت ان کی طرف کی۔ اور فرمایا زمین وآسمان کے کل جاندار اس کے سامنے سجدے میں ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا﴾ [1] الخ' خوشی ناخوشی ہر چیز رب العالمین کے سامنے سربسجود ہے' ان کے سائے صبح وشام سجدہ کرتے ہیں۔ فرشتے بھی باوجود اپنی قدر ومنزلت کے اللہ کے سامنے پست ہیں' اس کی عبادت سے تنگ نہیں آسکتے اللہ تعالیٰ جل وعلا سے کانپتے اور لرزتے رہتے ہیں اور جو حکم ہے اس کی بجا آوری میں مشغول ہیں نہ نافرمانی کرتے ہیں نہ سستی کرتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۪ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرما چکا ہے کہ دو دو معبود نہ بناؤ' معبود تو صرف وہی اکیلا ہے' پس تم سب صرف میرا ہی ڈر خوف رکھو ○ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور اسی کی عبادت لازم ہے' کیا پھر بھی تم اس کے سوا اوروں سے ڈرتے رہتے ہو؟ ○ تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں اب بھی جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو اسی کی طرف نالہ وفریاد کرتے ہو ○ اور جہاں اس نے وہ مصیبت تم سے دفع کر دی تو تم میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک کرنے لگ جاتے ہیں ○ کہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں' اچھا کچھ فائدہ اٹھا لو آخر کار تو تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا ○

---

[1] [سورۃ الرعد: آیت ۱۵]

صرف اللہ ہی عبادت کا مستحق: اللہ واحد کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں' وہ لاشریک ہے' وہ ہر چیز کا خالق ہے' مالک ہے' پالنہار ہے۔ اسی کی خالص عبادت دائمی اور واجب ہے۔ اس کے سوا دوسروں کی عبادت کے طریقے نہ اختیار کرنے چاہئیں۔ آسمان وزمین کی تمام مخلوق خوشی یا ناخوشی اس کی ماتحت ہے۔ سب کا لوٹایا جانا اسی کی طرف ہے (1) خلوص کے ساتھ اسی کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے سے بچو۔ دین خالص صرف اللہ ہی کا ہے (2) آسمان وزمین کی ہر چیز کا مالک وہی تنہا ہے۔ نفع نقصان اسی کے اختیار میں ہے' جو کچھ نعمتیں بندوں کے ہاتھ میں ہیں سب اسی کی طرف سے ہیں' رزق نعمتیں عافیت تصرف اسی کی طرف سے ہے۔ اسی کے فعل واحسان بدن پر ہیں۔ اور اب بھی ان نعمتوں کے پالینے کے بعد بھی تم اس کے ویسے ہی محتاج ہو مصیبتیں اب بھی سر پر منڈلا رہی ہیں۔ سختی کے وقت وہی یاد آتا ہے اور گڑگڑا کر پوری عاجزی کے ساتھ کٹھن وقت میں اسی کی طرف جھکتے ہو۔ خود مشرکین مکہ کا بھی یہی حال تھا کہ جب سمندر میں گر جاتے' باد مخالف کے جھونکے کشتی کو پتے کی طرح ہچکولے دینے لگتے تو اپنے ٹھاکروں' دیوتاؤں' بتوں' پیروں' فقیروں' ولیوں' نبیوں سب کو بھول جاتے اور خالق اللہ سے لو لگا کر خلوص دل سے اس سے بچاؤ اور نجات طلب کرتے۔ لیکن کنارے پر کشتی کے پار لگتے ہی اپنے پرانے الہ سب یاد آجاتے اور معبود حقیقی کے ساتھ پھر ان کی پوجا پاٹ ہونے لگتی۔ اس سے بڑھ کر ناشکری' کفر اور نعمتوں کی فراموشی اور کیا ہوسکتی ہے؟ یہاں بھی فرمایا کہ مطلب نکل جاتے ہی بہت سے لوگ آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ ﴿لِیَکْفُرُوْا﴾ کا لام لام عاقبت ہے اور لام تعلیل بھی کہا گیا ہے یعنی ہم نے یہ خصلت ان کی اس لئے کردی ہے کہ وہ اللہ کی نعمت پر پردے ڈالیں اور اس کا انکار کریں حالانکہ دراصل نعمتوں کا دینے والا' مصیبتوں کا دفع کرنے والا اس کے سوا کوئی نہیں۔ پھر انہیں ڈراتا ہے کہ اچھا دنیا میں تو اپنا کام چلالو معمولی سا فائدہ یہاں کا اٹھالو لیکن اس کا انجام ابھی ابھی معلوم ہوجائے گا۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔــلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ
تَفْتَرُوْنَ ﴿56﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿57﴾ وَاِذَا بُشِّرَ
اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿58﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ
سُوْۗءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا
يَحْكُمُوْنَ ﴿59﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿60﴾ ع

ع ۱۴

جسے جانتے بوجھتے بھی نہیں اس کا حصہ ہماری دی ہوئی چیز میں مقرر کرتے ہیں' واللہ ان کے اس بہتان کا سوال ان سے ضرور ہی کیا جائے گا ○ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے لڑکیاں مقرر کرتے ہیں اور اپنے لئے وہ جو اپنی خواہش کے مطابق ہو ○ ان میں سے کسی کو جب لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے ○

(1) [سورۃ ال عمران: آیت ۸۳] (2) [سورۃ الزمر: آیت ۳]

اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے' سوچتا ہے کہ کیا اس ذلت کو لئے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے آہ! کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں ○ آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کی ہی بری مثال ہے' اللہ کیلئے تو نہایت ہی بلند صفت ہے' وہ بڑا ہی غالب اور با حکمت ہے ○

اپنے لیے لڑکے اور اللہ کے لیے لڑکیاں: مشرکوں کی بے عقلی اور بے ڈھنگی بیان ہو رہی ہے کہ دینے والا اللہ ہے سب کچھ اسی کا دیا ہوا اور یہ اس میں سے اپنے جھوٹے معبودوں کے نام کر دیتے ہیں جن کا صحیح علم بھی انہیں نہیں پھر اس میں سختی کریں کہ اللہ کے نام کا تو چاہے ان کے معبودوں کے نام ہو جائے لیکن ان کے معبودوں کے نام کیا گیا اللہ کے نام نہ ہو سکے [1] ایسے لوگوں سے ضرور باز پرس ہوگی اور اس افترا کا بدلہ پورا پورا ملے گا۔ جہنم کی آگ ہوگی اور یہ ہوں گے۔ پھر ان کی دوسری بے انصافی اور حماقت بیان ہو رہی ہے کہ اللہ کے مقرب غلام فرشتے ان کے نزدیک اللہ کی بیٹیاں ہیں یہ خطا کر کے پھر ان کی عبادت کرتے ہیں جو خطا پر خطا ہے۔ یہاں تین جرم ان سے سرزد ہوئے اولاً تو اللہ کے لئے اولاد ٹھہرانا جو اس سے یکسر پاک ہے' پھر اولاد میں سے بھی وہ قسم اسے دینا جسے خود اپنے لئے بھی پسند نہیں کرتے یعنی لڑکیاں۔ کیا ہی الٹی بات ہے کہ اپنے لئے تو لڑکے اور اللہ کیلئے لڑکیاں۔ [2] پھر ان کی عبادت کرنا یہ ان کا سراسر بہتان ہے محض جھوٹ ہے کیسے ممکن ہے کہ اللہ کیلئے اولاد ہو؟ پھر اولاد بھی وہ جو ان کے نزدیک نہایت ردی اور ذلیل چیز ہے۔ کیا حماقت ہے کہ انہیں تو لڑکے دے اور اپنے لئے لڑکیاں رکھے؟ اللہ اس سے بلکہ اولاد سے پاک ہے۔ انہیں جب خبر ملے کہ ان کے ہاں لڑکی ہوئی تو مارے ندامت و شرم کے منہ کالا پڑ جائے' زبان بند ہو جائے' غم سے کمر جھک جائے۔ زہر کے گھونٹ پی کر خاموش ہو جائے۔ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرے اسی سوچ میں رہے کہ اب کیا کروں اگر لڑکی کو زندہ چھوڑتا ہوں تو بڑی رسوائی ہے نہ وہ وارث بنے نہ کوئی چیز سمجھی جائے لڑکے کو اس پر ترجیح دی جائے غرض زندہ رکھے تو نہایت ذلت سے۔ ورنہ صاف بات ہے کہ جیتے جی گڑھا کھودا اور دبا دی۔ یہ حالت تو اپنی ہے پھر اللہ کیلئے یہی چیز ثابت کرتے ہیں۔ کیسے برے فیصلے کرتے ہیں؟ کتنی بے حیائی کی تقسیم کرتے ہیں اللہ کیلئے جو بیٹی ثابت کریں اسے اپنے لئے سخت تر باعث توہین و تذلیل سمجھیں۔ اصل یہ ہے کہ بری مثال اور نقصان انہی کافروں کے لئے ہے اللہ کے لئے کمال ہے۔ وہ عزیز و حکیم ہے اور ذوالجلال والاکرام ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِم مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِن دَابَّةٍ وَلَٰكِن يُؤَخِّرُهُمْ
إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٦١﴾
وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ مَا يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنَىٰ ۖ لَا جَرَمَ
أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُم مُّفْرَطُونَ ﴿٦٢﴾

اگر لوگوں کے گناہ پر اللہ تعالیٰ ان کی گرفت کرتا رہتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار باقی نہ رہتا۔ وہ تو انہیں ایک وقت

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۱۳۶]   [2] [سورۃ النجم: آیت ۲۱، ۲۲]

مقررہ تک ڈھیل دیئے ہوئے ہے۔ جب ان کا وہ وقت آ جائے گا پھر نہ تو ایک ساعت دیر لگے نہ جلدی ہو○ اپنے لئے مکروہ رکھتے ہیں اللہ کیلئے ثابت کرتے ہیں ان کی زبانیں جھوٹی باتیں بیان کرتی ہیں کہ ان کیلئے خوبی ہے' نہیں نہیں دراصل ان کیلئے آگ ہے اور یہ دوزخیوں کے پیش رو ہیں○

بندوں کو مہلت دینا اللہ کا عظیم احسان: اللہ تعالیٰ کے علم وکرم لطف ورحم کا بیان ہو رہا ہے کہ بندوں کے گناہ دیکھتا ہے اور پھر بھی انہیں مہلت دیتا ہے اگر فوراً پکڑے تو آج زمین پر کوئی چلتا پھرتا نظر نہ آئے۔ انسانوں کی خطاؤں میں جانور بھی ہلاک ہو جائیں۔ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جائے۔ بروں کے ساتھ بھلے بھی پکڑ میں آ جائیں۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے علم وکرم لطف ورحم سے پردہ پوشی کر رہا ہے' درگزر فرما رہا ہے' معافی دے رہا ہے۔ ایک خاص وقت تک کی مہلت دیئے ہوئے ہے ورنہ کیڑے اور بھنگے بھی نہ بچتے۔ بنی آدم کے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے عذاب الٰہی ایسے آتے کہ سب کو غارت کر جاتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ کوئی صاحب فرما رہا ہے۔ ظالم اپنا ہی نقصان کرتا ہے تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ پرند اپنے گھونسلوں میں بوجہ اس کے ظلم کے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ ذکر کر رہے تھے کہ آپ نے فرمایا اللہ کسی نفس کو ڈھیل نہیں دیتا عمر کی زیادتی نیک اولاد سے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عنایت فرماتا ہے پھر ان بچوں کی دعائیں ان کی قبر میں انہیں پہنچتی رہتی ہیں' یہی ان کی عمر کی زیادتی ہے۔ [1] اپنے لئے یہ ظالم لڑکیاں ناپسند کریں' شرکت نہ چاہیں اور اللہ کیلئے یہ سب روا رکھیں۔ پھر یہ خیال کریں کہ یہ دنیا میں بھی اچھائیاں سمیٹنے والے ہیں اور اگر قیامت قائم ہوئی تو وہاں بھی بھلائی ان کیلئے ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ نفع کے مستحق اس دنیا میں تو ہم ہیں ہی اور صحیح بات تو یہ ہے کہ قیامت نے آنا نہیں۔ بالفرض آئی بھی تو وہاں کی بہتری بھی ہمارے لئے ہی ہے ان کفار کو عنقریب سخت عذاب چکھنے پڑیں گے' ہماری آیتوں سے کفر' پھر آرزو یہ کہ مال واولاد ہمیں وہاں بھی ملے گا۔ سورۂ کہف میں دو ساتھیوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا ہے کہ وہ ظالم اپنے باغ میں جاتے ہوئے اپنے نیک ساتھی سے کہتا ہے میں تو اسے ہلاک ہونے والا جانتا ہی نہیں نہ قیامت کا قائل ہوں اور اگر بالفرض میں دوبارہ زندہ کیا گیا تو وہاں اس سے بھی بہتر چیز دیا جاؤں گا۔ [2] کام برے کریں آرزو نیکی کی رکھیں۔ کانٹے بوئیں اور پھل چاہیں۔ کہتے ہیں کعبۃ اللہ شریف کی عمارت کو نئے سرے سے بنانے کیلئے جب ڈھایا گیا تو بنیادوں میں سے ایک پتھر نکلا' جس پر ایک کتبہ لکھا ہوا تھا' جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ تم برائیاں کرتے ہو اور نیکیوں کی امید رکھتے ہو یہ تو ایسا ہی جیسے کانٹے بو کر انگور کی امید رکھنا۔ پس انکی امیدیں تھیں کہ دنیا میں بھی انہیں جاہ وحشمت اور لونڈی غلام ملیں گے اور آخرت میں بھی۔ اللہ فرماتا ہے دراصل ان کیلئے آتش دوزخ تیار ہے۔ وہاں یہ رحمت رب سے بھلا دیئے جائیں گے اور ضائع اور برباد ہو جائیں گے آج یہ ہمارے احکام بھلائے بیٹھے ہیں' کل انہیں ہم اپنی نعمتوں سے بھلا دیں گے' یہ جلدی ہی جہنم نشین ہونے والے ہیں۔

---

[1] [ضعیف: العقیلی فی الضعفاء (۱۳۴/۲) ابن عدی فی الکامل (۲۸۵/۳) ابن حبان فی المجروحین (۳۳۱/۱) مجمع الزوائد (۱۹۸/۷)] اس کی سند میں سلیمان بن عطاء راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ الکھف: آیت ۳۵، ۳۶]

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ
فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا
لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ
اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع ۱۴

قسم اللہ کی ہم نے تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف بھی اپنے رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کی بداعمالی ان کی نگاہوں میں مزین کر دی وہ شیطان آج بھی ان کا رفیق بنا ہوا ہے ان کیلئے دردناک عذاب ہے ○ اس کتاب کو ہم نے تجھ پر اسی لئے اتارا ہے کہ تو ہر اس چیز کو کھول دے جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں' اور یہ راہنمائی اور ایمانداروں کیلئے رحمت ہے ○ اور اللہ آسمان سے پانی برسا کر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے' یقیناً اس میں ان لوگوں کیلئے البتہ نشان ہے جو سنیں ○

پیغمبر کو جھٹلانے والے شیطان کے مرید: اے نبی (ﷺ) آپ تسلی رکھیں۔ آپ ﷺ کو آپ کی قوم کا جھٹلانا کوئی انوکھی بات نہیں کون سا نبی آیا جو جھٹلایا نہ گیا؟ باقی رہے جھٹلانے والے وہ شیطان کے مرید ہیں۔ برائیاں انہیں شیطانی وسواس سے بھلائیاں دکھائی دیتی ہیں۔ ان کا ولی شیطان ہے وہ انہیں کوئی نفع پہنچانے والا نہیں۔ ہمیشہ کیلئے مصیبت افزا عذابوں میں چھوڑ کر ان سے الگ ہو جائے گا۔ قرآن حق و باطل میں' سچ جھوٹ میں تمیز کرانے والی کتاب ہے' ہر جھگڑا اور ہر اختلاف کا فیصلہ اس میں موجود ہے۔ یہ دلوں کے لئے ہدایت ہے اور ایماندار جو اس پر عامل ہیں ان کیلئے رحمت ہے۔ اس قرآن سے کس طرح مردہ دل جی اٹھتے ہیں' اس کی مثال مردہ زمین اور بارش کی ہے جو لوگ بات کو سنیں' سمجھیں وہ تو اس سے بہت کچھ عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ
وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ
تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

تمہارے لئے تو چوپایوں میں بھی بڑی عبرت ہے' کہ ہم تمہیں اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسی میں سے گوبر اور لہو کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے سہتا پچتا ہے ○ کھجور اور انگور کے درختوں کے پھلوں سے تم شراب بنا لیتے ہو اور حلال اور عمدہ روزی بھی' جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کے لئے تو اس میں بھی بہت بڑی نشانی ہے ○

دودھ بھی اللہ کی ایک نشانی: اونٹ گائے بکری وغیرہ بھی اپنے خالق کی قدرت و حکمت کی نشانیاں ہیں۔ ﴿بُطُوْنِهٖ﴾ میں ضمیر کو یا تو نعمت کے معنی پر لوٹایا ہے یا حیوان پر۔ چوپائے بھی حیوان ہیں۔ ان حیوانوں کے پیٹ میں

جو الا بلا بھری ہوئی ہوتی ہے۔ اسی میں سے پروردگار عالم تمہیں نہایت خوش ذائقہ لطیف اور خوشگوار دودھ پلاتا ہے۔ دوسری آیت میں ہے ﴿بُطُوْنِهَا﴾ [1] ہے دونوں باتیں جائز ہیں۔ جیسے آیت ﴿كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ○ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهُ﴾ [2] میں ہے اور جیسے آیت ﴿وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ○ فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ﴾ [3] میں ہے پس جاء میں مذکر لائے۔ مراد اس سے مال ہے جانور کے بطن سے جو گوبر خون وغیرہ ہے' ان سے بچا کر دودھ تمہارے لئے نکالتا ہے۔ نہ اس کی سفیدی میں فرق آئے' نہ حلاوت میں' نہ مزے میں' معدے میں غذا پہنچی ہے وہاں سے خون رگوں کی طرف دوڑ گیا' دودھ تھن کی طرف پہنچا' پیشاب نے مثانے کا راستہ پکڑا' گوبر اپنے مخرج کی طرف جمع ہوا نہ ایک دوسرے سے ملے نہ ایک دوسرے کو بدلے۔ یہ خالص دودھ جو پینے والے کے حلق میں با آرام اتر جائے اس کی خاص نعمت ہے۔ اس نعمت کے بیان کے ساتھ ہی دوسری نعمت بیان فرمائی کہ کھجور اور انگور کے شیرے سے تم شراب بنا لیتے ہو۔ یہ شراب کی حرمت سے پہلے ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں چیزوں کی شراب ایک ہی حکم میں ہے جیسے مالک' شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا مذہب ہے ان اور یہی حکم ہے شرابوں کا جو گیہوں جو' جوار اور شہد سے بنائی جائیں جیسے کہ احادیث میں مفصل آ چکا ہے۔ یہ جگہ اس کی تفصیل کی نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں شراب بناتے ہو جو حرام ہے اور طرح کھاتے پیتے ہو جو حلال ہے۔ مثلاً خشک کھجور' کشمش وغیرہ اور نبیذ شربت بنا کر' سرکہ بنا کر اور کئی اور طریقوں سے۔ پس جن لوگوں کو عقل کا حصہ دیا گیا ہے' وہ اللہ کی قدرت وعظمت کو ان چیزوں اور ان نعمتوں سے پہچان سکتے ہیں۔ دراصل جوہر انسانیت عقل ہی ہے۔ اسی کی نگہبانی کیلئے شریعت مطہرہ نے نشے والی شرابیں اس امت پر حرام کر دیں۔ اسی نعمت کا بیان سورۂ یاسین کی آیت ﴿وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّن نَّخِيلٍ﴾ [4] الخ' میں ہے یعنی زمین میں ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگا دیئے اور ان میں پانی کے چشمے بہا دیے۔ تاکہ لوگ اسکا پھل کھائیں' یہ انکے اپنے بنائے ہوئے نہیں۔ کیا پھر بھی یہ شکر گزاری نہیں کریں گے؟ وہ ذات پاک ہے جس نے زمین کی پیداوار میں اور خود انسانوں میں اور اس مخلوق میں جسے یہ جانتے ہی نہیں ہر طرح کے جوڑ جوڑ چیزیں پیدا کر دی ہیں۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ۗ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾

تیرے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ پہاڑوں میں درختوں میں اور لوگوں کی بنائی ہوئی بلند عمارتوں میں اپنے چھتے بنا ○ اور

---

[1] [سورۃ المؤمنون: آیت ۲۱]
[2] [سورۃ عبس: آیت ۱۱، ۱۲]
[3] [سورۃ النمل: آیت ۳۵، ۳۶]
[4] [سورۃ یٰسین: آیت ۳۴، ۳۶]

ہر طرح کے میوے کھا اور اپنے رب کی آسان راہوں میں چلتی پھرتی رہ ان کے پیٹ سے پینے کا شہد نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اور جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بھی بہت بڑا نشان ہے ○

وحی کا مفہوم اور شہد میں شفا: وحی سے مراد یہاں پر الہام ہدایت اور ارشاد ہے۔ شہد کی مکھیوں کو اللہ کی جانب سے یہ بات سمجھائی گئی کہ وہ پہاڑوں میں، درختوں میں اور چھتوں میں شہد کے چھتے بنائے۔ اس ضعیف مخلوق کے اس گھر کو دیکھئے کتنا مضبوط، کیسا خوبصورت اور کیسی کاری گری کا ہوتا ہے۔ پھر اسے ہدایت کی اور اس کیلئے مقدر کر دیا کہ یہ پھلوں، پھولوں اور گھانس پات کی رس چوستی پھرے اور جہاں چاہے جائے، آئے لیکن واپس لوٹتے وقت سیدھی اپنے چھتے کو پہنچ جائے۔ چاہے بلند پہاڑ کی چوٹی ہو چاہے بیابان کے درخت ہوں، چاہے آبادی کے بلند مکانات اور ویرانے کے سنسان کھنڈر ہوں، یہ نہ راستہ بھولے نہ بھٹکتی پھرے، خواہ کتنی ہی دور نکل جائے۔ لوٹ کر اپنے چھتے اور اپنے بچوں، انڈوں اور شہد میں پہنچ جائے۔ اپنے پروں سے موم بنائے۔ اپنے منہ سے شہد جمع کرے اور دوسری جگہ سے بچے۔ ((ذُلُلًا)) کی تفسیر اطاعت گزار اور مسخر سے بھی کی گئی ہے پس یہ حال ہوگا سا لکہ کا جیسے قرآن میں ﴿وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ﴾ [1] الخ، میں بھی یہی معنی مراد ہے اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ لوگ شہد کے چھتے کو ایک شہر سے دوسرے شہر تک لے جاتے ہیں۔ لیکن پہلا قول بہت ہی زیادہ ظاہر ہے یعنی یہ اس کے طریق کا حال ہے۔ ابن جریر دونوں قول کو صحیح بتلاتے ہیں۔ ابو یعلی موصلی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مکھی کی عمر چالیس دن ہوتی ہے سوائے شہد کی مکھی کے۔ کئی مکھیاں آگ میں بھی ہوتی ہیں۔ [2] شہد کے رنگ مختلف ہوتے ہیں سفید، زرد، سرخ وغیرہ جیسے پھل پھول اور جیسی زمین۔ اس ظاہری خوبی اور رنگ کی چمک کے ساتھ اس میں شفا بھی ہے، بہت سی بیماریوں کو اللہ تعالیٰ اس سے دور کر دیتا ہے یہاں ﴿فِيْهِ الشِّفَآءُ لِلنَّاسِ﴾ نہیں فرمایا ورنہ ہر بیماری کی دوا یہی ٹھہرتی بلکہ فرمایا اس میں شفا ہے لوگوں کیلئے پس یہ سرد بیماریوں کی دوا ہے۔ علاج ہمیشہ بیماریوں کے خلاف ہوتا ہے پس شہد گرم ہے سردی کی بیماری میں مفید ہے۔ مجاہد اور ابن جریر سے منقول ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے یعنی قرآن میں شفا ہے۔ یہ قول گو اپنے طور پر صحیح ہے اور واقعی شفا ہے لیکن اس آیت میں یہ مراد لینا سیاق کے مطابق نہیں۔ اس میں شہد کا ذکر ہے، اسی لئے مجاہد کے اس قول کی اقتدا نہیں کی گئی۔ ہاں قرآن کے شفا ہونے کا ذکر آیت ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ﴾ [3] الخ، میں ہے اور آیت ﴿شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ﴾ [4] میں ہے اس آیت میں تو مراد شہد ہے چنانچہ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے کہ کسی نے آ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے بھائی کو دست آ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اسے شہد پلاؤ وہ گیا شہد دیا، پھر آیا اور کہا حضور ﷺ اسے تو بیماری اور بڑھ گئی۔ آپ نے فرمایا جا اور شہد پلا۔ اس نے جا کر پھر پلایا، پھر حاضر ہو کر یہی عرض کیا کہ دست

---

[1] [سورۃ یسین: آیت ۷۲]

[2] [مسند ابو یعلی (۴۲۳۱) مجمع الزوائد (۱۸۵۹۴)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہی۔]

[3] [سورۃ الاسراء: آیت ۸۲]　[4] [سورۃ یونس: آیت ۵۷]

اور بڑھ گئے آپ نے فرمایا اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے' جا پھر شہد دے۔ تیسری مرتبہ شہد سے بفضل الٰہی شفا حاصل ہوگئی۔ (1) بعض اطباء نے کہا ہے ممکن ہے اس کے پیٹ میں فضلے کی زیادتی ہو' شہد نے اپنی گرمی کی وجہ سے اس کی تحلیل کر دی۔ فضلہ خارج ہونا شروع ہوا۔ دست بڑھ گیا۔ اعرابی نے اسے مرض کا بڑھ جانا سمجھا۔ حضور ﷺ سے شکایت کی۔ آپ ﷺ نے اور شہد دینے کو فرمایا اس سے زور سے فضلہ خارج ہونا شروع ہوا پھر شہد دیا' پیٹ صاف ہوگیا' بلا نکل گئی اور کامل شفا بفضل الٰہی حاصل ہوگئی اور حضور ﷺ کی بات جو اشارہ الٰہی تھی پوری ہوگئی۔ بخاری اور مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ سرور رسل ﷺ کو مٹھاس اور شہد سے بہت الفت تھی۔ (2) آپ کا فرمان ہے کہ تین چیزوں میں شفا ہے' پچھنے لگانے میں' شہد کے پینے میں اور داغ لگوانے میں لیکن میں اپنی امت کو داغ لگوانے سے روکتا ہوں۔ (3) بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ تمہاری دواؤں میں سے کسی میں اگر شفا ہے تو پچھنے لگانے میں' شہد کے پینے میں اور آگ سے دغوانے میں جو بیماری کے مناسب ہو لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا۔ (4) مسلم کی حدیث میں ہے میں اسے پسند نہیں کرتا بلکہ ناپسند رکھتا ہوں۔ (5) ابن ماجہ میں ہے تم ان دونوں شفاؤں کی قدر کرتے رہو شہد اور قرآن کی۔ (6) ابن جریر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شفا چاہے تو قرآن کریم کی کسی آیت کو صحیفے پر لکھ لے اور اسے بارش کے پانی سے دھولے اور اپنی بیوی کے مال

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الطب : باب الدواء بالعسل (٥٦٨٤) ، (٥٧١٦) صحیح مسلم : کتاب الطب : باب التداوی بسقی العسل (٢٢١٧) ترمذی : کتاب الطب : باب ماجآء فی التداوی بالعسل (٢٠٨٢) مسند احمد (١٩/٣)]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاطعمة : باب الحلوی والعسل (٥٤٣١) و کتاب الاشربة : باب الباذق و من نهی عن کل مسکر من الاشربة (٥٥٩٩) ، (٥٦١٤) صحیح مسلم : کتاب الطلاق : باب وجوب الکفار علی من حرم امرأته (١٤٧٤) ترمذی : کتاب الاطعمة : باب ماجآء فی حب النبی الحلواء والعسل (١٨٣١) ابن ماجه : کتاب الاطعمة : باب الحلواء (٣٣٢٣) ابوداؤد : کتاب الاشربة : باب فی شراب العسل (٣٧١٥) مسند احمد (٥٩/٦)]

(3) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الطب : باب الشفاء فی الثلاث (٥٦٨١)]

(4) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الطب : باب الدواء والعسل (٥٦٨٣) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب لکل دواء واستحباب التداوی (٢٢٠٥)]

(5) [صحیح : مسند احمد (١٤٦/٤) طبرانی کبیر (٢٨٨/١٧) مسند ابویعلی (٧٦٥) مجمع الزوائد (٩٠/٥)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے عبداللہ بن ولید کے اور وہ ثقہ ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (١٧٣٠٣)]

(6) [ضعیف : ابن ماجه : کتاب الطب : باب العسل (٣٤٥٢) ابن عدی (٢١٠/٣) مستدرك حاکم (٢٠٠/٤)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ابن ماجه ، السلسلة الضعیفة (١٥١٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

سے اس کی اپنی رضا مندی سے پیسے لے کر شہد خرید لے اور اسے پی لے پس اس میں کئی وجہ سے شفا آ جائے گی اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان ہے ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (1) یعنی ہم نے قرآن میں وہ نازل فرمایا ہے جو مومنین کیلئے شفا ہے اور رحمت ہے اور آیت میں ہے ﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا﴾ (2) ہم آسمان سے بابرکت پانی برساتے ہیں۔ اور فرمان ہے ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا﴾ (3) یعنی اگر عورتیں اپنے مال مہر میں سے اپنی خوشی سے تمہیں کچھ دے دیں تو بے شک تم اسے کھاؤ پیو سہتا پچتا۔ شہد کے بارے میں فرمان الٰہی ہے ﴿فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾ شہد میں لوگوں کیلئے شفا ہے۔ ابن ماجہ میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص ہر مہینے میں تین دن صبح کو شہد چاٹ لے اسے کوئی بڑی بلا نہیں پہنچے گی۔ (4) اس کا ایک راوی زبیر بن سعید متروک ہے۔ ابن ماجہ کی اور حدیث میں آپ کا فرمان ہے کہ تم سنا اور سنوت کا استعمال کیا کرو ان میں ہر بیماری کی شفا ہے سوائے سام کے۔ لوگوں نے پوچھا سام کیا؟ فرمایا موت۔ (5) سنوت کے معنی شبت کے ہیں اور لوگوں نے کہا ہے سنوت شہد ہے جو گھی کی مشک میں رکھا ہوا ہو۔ شاعر کے شعر میں بھی یہ لفظ اس معنی میں آیا ہے پھر فرماتا ہے کہ مکھی جیسی بے طاقت چیز کا تمہارے لئے شہد اور موم بنانا اس کا اس طرح آزادی سے پھرنا اپنے گھر کو نہ بھولنا وغیرہ یہ سب چیزیں غور وفکر کرنے والوں کیلئے میری عظمت' خالقیت' اور مالکیت کی بڑی نشانیاں ہیں۔ اسی سے لوگ اپنے اللہ کے قادر حکیم علیم کریم رحیم ہونے پر دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۟ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ۧ﴾ 70 ع ٩ / ١٥

اللہ تعالیٰ نے ہی تم سب کو پیدا کیا ہے وہی پھر تمہیں فوت کرے گا تم میں ایسے بھی ہیں جو بدترین عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جاننے بوجھنے کے بعد بھی نہ جانیں' بے شک اللہ تعالیٰ دانا اور توانا ہے ○

ایک مسنون دعا: تمام بندوں پر قبضہ اللہ تعالیٰ کا ہے' وہی انہیں عدم سے وجود میں لایا ہے' وہی انہیں پھر فوت کرے گا بعض لوگوں کو بہت بڑی عمر تک پہنچاتا ہے کہ وہ پھر سے بچوں جیسے ناتواں بن جاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پچھتر سال کی عمر میں عموماً انسان ایسا ہی ہو جاتا ہے طاقت ختم ہو جاتی ہے حافظہ جاتا رہتا ہے۔ علم کی کمی ہو جاتی ہے عالم ہونے کے بعد بے علم ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی دعا میں

(1) [الاسراء: ٨٢] (2) [ق: ٩] (3) [النسآء: ٤]

(4) [ضعیف: ابن ماجه: كتاب الطب: باب العسل (٣٤٥٠)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [٣/٢١٥] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الضعيفة (٧٦٣)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

(5) [صحیح: ابن ماجه: كتاب الطب: باب النساء والسنوت (٣٤٥٧)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (١٧٩٨)]

فرماتے تھے ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ﴾ [1] یعنی اے اللہ! میں بخیلی سے عاجزی سے بڑھاپے سے ذلیل عمر سے قبر کے عذاب سے دجال کے فتنے سے زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

زہیر بن ابوسلمہ نے اپنے مشہور قصیدہ معلقہ میں اس عمر کو رنج وغم کا مخزن ومنبع بتایا ہے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ
رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾

اللہ ہی نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر روزی میں زیادتی دے رکھی ہے، پس جنہیں زیادتی دی گئی ہے وہ اپنی روزی اپنی ماتحتی کے غلاموں کو نہیں دیا کرتے کہ وہ اور یہ اس میں برابر ہو جائیں، تو کیا یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کے منکر ہو رہے ہیں ○

مشرکین کی جہالت اور کفر کا بیان: مشرکین کی جہالت اور ان کے کفر کا بیان ہو رہا ہے کہ اپنے معبودوں کو اللہ کے غلام جاننے کے باوجود ان کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حج کے موقع پر وہ کہا کرتے تھے ﴿لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَلَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ﴾ یعنی اے اللہ! میں تیرے پاس حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، مگر وہ جو خود تیرے غلام ہیں ان کا اور ان کی ماتحت چیزوں کا اصلی مالک تو ہی ہے۔ [2] پس اللہ تعالیٰ انہیں الزام دیتا ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کی اپنی برابری اور اپنے مال میں شرکت پسند نہیں کرتے تو پھر میرے غلاموں کو میری الوہیت میں کیسے شریک ٹھہرا رہے ہو؟ یہی مضمون آیت ﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ [3] الخ، میں بیان ہوا ہے۔ کہ جب تم اپنے غلاموں کو اپنے مال میں اپنی بیویوں میں اپنا شریک بنانے سے نفرت کرتے ہو تو پھر میرے غلاموں کو میری الوہیت میں کیسے شریک سمجھ رہے ہو؟ یہی اللہ کی نعمتوں سے انکار ہے کہ اللہ کے لئے وہ پسند کرنا، جو اپنے لئے بھی پسند نہ ہو۔ یہ ہے مثال معبودان باطل کی۔ جب تم خود اس سے الگ ہو پھر اللہ تو اس سے بہت زیادہ بے زار ہے۔ رب کی نعمتوں کا کفر اور کیا ہوگا کھیتیاں چوپائے ایک اللہ کے پیدا کئے ہوئے اور تم انہیں اس کے سوا اوروں کے نام سے منسوب کرو۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک رسالہ لکھا کہ اپنی روزی پر قناعت اختیار کرو اللہ تعالیٰ نے ایک کو ایک سے زیادہ امیر کر رکھا ہے یہ بھی اس کی طرف سے ایک آزمائش ہے کہ وہ دیکھے کہ امیر و امراء کس طرح شکر الٰہی ادا کرتے ہیں اور جو حقوق دوسرے کے ان پر جناب باری نے مقرر کئے ہیں کہاں تک انہیں ادا کرتے ہیں۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله تعالی ومنكم من يرد الی ارذل العمر (٤٧٠٧) صحیح مسلم: کتاب الذكر والدعا: باب التعوذ من العجز والكسل (٢٧٠٦، ٥٢)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الحج: باب التلبية وصفتها ووقتها (١١٨٥)]

[3] [سورة الروم: آیت ٢٨]

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿72﴾

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تم میں سے ہی تمہاری بیویاں پیدا کیں اور تمہارے لئے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تمہیں اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں، کیا پھر بھی لوگ باطل پر ایمان لائیں گے؟ اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کریں گے؟ ○

اولاد کی عطائیگی بھی اللہ کا ایک احسان: اپنے بندوں پر اپنا ایک اور احسان جتاتا ہے کہ انہی کی جنس سے انہی کی ہم شکل، ہم وضع عورتیں ہم نے ان کیلئے پیدا کیں، اگر جنس اور ہوتی تو دلی میل جول، محبت ومودت قائم نہ رہتی لیکن اپنی رحمت سے اس نے مرد عورت، ہم جنس بنائے۔ پھر اس جوڑے سے نسل بڑھائی، اولاد پھیلائی، لڑکے ہوئے، لڑکوں کے لڑکے ہوئے، حفدۃ کے ایک معنی تو یہی پوتوں کے ہیں، دوسرے معنی خادم اور مددگار کے ہیں پس لڑکے اور پوتے بھی ایک طرح خدمت گزار ہوتے ہیں اور عرب میں یہ دستور بھی تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں انسان کی بیوی کی سابقہ گھر کی اولاد اس کی نہیں ہوتی۔ حفدہ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی کے سامنے اس کے لئے کام کاج کرے۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ اس سے مراد دامادی رشتہ ہے اس کے معنی کے تحت میں یہ سب داخل ہیں، چنانچہ قنوت میں جملہ آتا ہے ((وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ)) ہماری سعی کوشش اور خدمت تیرے لئے ہی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اولاد سے، غلام سے، سسرال والوں سے خدمت حاصل ہوتی ہے ان سب کے پاس سے نعمت الٰہی ہمیں ملتی ہے۔ ہاں جن کے نزدیک حفدۃ کا تعلق ازواجا سے ہے ان کے نزدیک مراد اولاد اور اولاد کی اولاد اور داماد اور بیوی کی اولاد ہیں۔ پس یہ سب بسا اوقات اسی شخص کی حفاظت میں، اس کی گود میں اور اس کی خدمت میں ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ یہی مطلب سامنے رکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ اولاد تیری غلام ہے۔ جیسے کہ ابوداؤد میں ہے [1] اور جنہوں نے حفدہ سے مراد خادم لیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ معطوف ہے اللہ کے فرمان ﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ پر یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہاری بیویوں اور اولاد کو خادم بنا دیا ہے اور تمہیں کھانے پینے کی بہترین ذائقے دار چیزیں عنایت فرمائی ہیں پس باطل پر یقین رکھ کر اللہ کی نعمتوں کی ناشکری نہ کرنی چاہئے۔ رب کی نعمتوں پر پردہ ڈال دیا اور ان کی دوسروں کی طرف نسبت کر دی۔ صحیح حدیث میں ہے قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے احسان جتاتے ہوئے فرمائے گا کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی۔ میں نے تجھے ذی عزت نہیں بنایا تھا؟ میں نے گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرے تابع نہیں کیا تھا اور میں نے تجھے سرداری میں اور آرام میں نہیں چھوڑا تھا؟ [2]

---

(1) [ضعیف : ابوداؤد: كتاب النكاح : باب فى الرجل يتزوج المرأة فيجدها حبلى (٢١٣١)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعيف ابوداود (٤٦٥)]

(2) [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الزهد : باب الدنيا سجن المومن وجنة الكافر (٢٩٦٨) ترمذى : كتاب صفة القيامة (٢٤٢٧) مسند احمد (٢/٤٩٢)]

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا
وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿ۚ۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا
تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین سے انہیں کچھ بھی تو روزی نہیں دے سکتے اور نہ کچھ مقدور رکھتے ہیں ○ لوگو! اللہ پر مثالیں مت بناؤ' اللہ خوب جانتا ہے اور تم کچھ نہیں جانتے ○

احسانات کرنے والا ہی عبادت کا مستحق بھی: نعمتیں دینے والا' پیدا کرنے والا' روزی پہنچانے والا' صرف اللہ تعالیٰ اکیلا وحدہ لاشریک لہ ہے۔ اور یہ مشرکین اس کے ساتھ اوروں کو پوجتے ہیں جو نہ آسمان سے بارش برسا سکیں' نہ زمین سے کھیت اور درخت اگا سکیں۔ وہ اگر سب مل کر بھی چاہیں تو بھی نہ ایک بوند بارش برسانے پر قادر۔ نہ ایک پتے کے پیدا کرنے کی ان میں سکت پس تم اللہ کے لئے مثالیں نہ بیان کرو۔ اس کے شریک وسہیم اور اس جیسا دوسروں کو نہ سمجھو۔ اللہ عالم ہے اور وہ اپنے علم کی بنا پر اپنی توحید پر گواہی دیتا ہے۔ تم جاہل ہو' اپنی جہالت سے دوسروں کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا رہے ہو۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا
حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے دوسرے کی ملک کا جو کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک اور شخص ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے معقول روزی دے رکھی ہے جس میں سے وہ چھپے کھلے خرچ کرتا رہتا ہے۔ کیا یہ سب برابر ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہی کیلئے سب تعریف ہے' بلکہ ان میں سے اکثر جانتے نہیں ○

مومن اور کافر کی مثال: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں یہ کافر اور مومن کی مثال ہے۔ پس ملکیت کے غلام سے مراد کافر اور اچھی روزی والے اور خرچ کرنے والے سے مراد مومن ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس مثال سے بت کی اور اللہ تعالیٰ کی جدائی سمجھانا مقصود ہے کہ یہ اور وہ برابر کے نہیں۔ اس مثال کا فرق اس قدر واضح ہے جس کے بتانے کی ضرورت نہیں' اسی لئے فرمایا کہ تعریفوں کے لائق اللہ ہی ہے۔ اکثر مشرک بے علمی پر تلے ہوئے ہیں۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ
عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ
بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿ۧ۷۶﴾

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے دو شخصوں کی جن میں سے ایک تو گونگا ہے اور کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے مالک کا بوجھ ہے کہیں بھی اسے بھیجے وہ کوئی بھلائی نہیں لاتا' کیا یہ اور وہ جو عدل کا حکم دیتا ہے اور ہے بھی سیدھی راہ پر برابر ہو سکتے ہیں؟ ○

مشرکین کے گونگے معبود: ہوسکتا ہے کہ یہ مثال بھی اس فرق کے دکھانے کی ہو جو اللہ تعالیٰ میں اور مشرکین کے بتوں میں ہے۔ یہ بت گونگے ہیں نہ کلام کرسکیں نہ کوئی بھلی بات کہہ سکیں' نہ کسی چیز پر قدرت رکھیں۔ قول فعل دونوں سے خالی۔ پھر محض بوجھ اپنے مالک پر بار' کہیں بھی جائے' کوئی بھلائی نہ لائے۔ پس ایک تو یہ اور ایک وہ جو عدل کا حکم کرتا ہے اور خود بھی راہ مستقیم پر ہو یعنی قول فعل دونوں کے اعتبار سے بہتر یہ دونوں کیسے برابر ہو جائیں گے؟ ایک قول ہے کہ ایک گونگا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔ اور ہوسکتا ہے کہ یہ مثال بھی کافر و مومن کی ہو جیسے اس سے پہلے کی آیت میں تھی۔ کہتے ہیں کہ قریش کے ایک شخص کے غلام کا ذکر پہلے ہے اور دوسرے شخص سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور غلام گونگے سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ غلام ہے جس پر آپ خرچ کرتے تھے جو آپ کو تکلیف پہنچاتا رہتا تھا اور آپ نے اسے کام کاج سے آزاد کر رکھا تھا لیکن پھر بھی یہ اسلام سے چڑتا تھا' منکر تھا اور آپ کو صدقہ کرنے اور نیکیاں کرنے سے روکتا تھا' ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝

آسمان و زمین کا علم صرف اللہ ہی کو معلوم ہے' قیامت کا امر تو ایسا ہی ہے جیسے آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا ہے کہ اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے کہ تم شکرگزاری کرو ○ کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو حکم کے بندھے ہوئے آسمان میں ہیں' جنہیں بجز اللہ کے کوئی اور تھامے ہوئے نہیں' بے شک اس میں تو ایمان لانے والے لوگوں کیلئے بڑی نشانیاں ہیں ○

آسمانوں اور زمینوں کے غیب کا علم صرف اللہ کے پاس: اللہ تعالیٰ اپنے کمال علم اور کمال قدرت کو بیان فرما رہا ہے کہ زمین آسمان کا غیب وہی جانتا ہے' کوئی نہیں جو غیب دان ہو اللہ جسے چاہے' جس چیز پر چاہے' اطلاع دے دے' ہر چیز اس کی قدرت میں ہے نہ کوئی اس کا خلاف کر سکے۔ نہ کوئی اسے روک سکے جس کام کا جب ارادہ کرے' قادر ہے' پورا ہو کر ہی رہتا ہے آنکھ بند کر کے کھولنے میں تو تمہیں کچھ دیر لگتی ہوگی لیکن حکم الٰہی کے پورا ہونے میں

اتنی دیر بھی نہیں لگتی۔ قیامت کا آنا بھی اس پر ایسا ہی آسان ہے' وہ بھی حکم ہوتے ہی آجائے گی۔ ایک کا پیدا کرنا اور سب کا پیدا کرنا اس پر یکساں ہے۔ اللہ کا احسان دیکھو کہ اس نے لوگوں کو ماؤں کے پیٹوں سے نکالا یہ محض نادان تھے پھر انہیں کان دیئے جس سے وہ سنیں' آنکھیں دیں جس سے دیکھیں' دل دیئے جس سے سوچیں اور سمجھیں۔ عقل کی جگہ دل ہے اور دماغ بھی کہا گیا ہے۔ عقل سے ہی نفع نقصان معلوم ہوتا ہے یہ قویٰ اور حواس انسان کو بتدریج تھوڑے تھوڑے ہو کر ملتے ہیں عمر کے ساتھ ساتھ اس کی برتری بھی ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جائیں۔ یہ سب اس لئے ہے کہ انسان اپنی ان طاقتوں کو اللہ کی معرفت اور عبادت میں لگائے رہے۔ صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے کہ جو میرے دوستوں سے دشمنی کرتا ہے وہ مجھ سے لڑائی کا اعلان کرتا ہے۔ میرے فرائض کی بجا آوری سے جس قدر بندہ میری قربت حاصل کرسکتا ہے اتنی کسی اور چیز سے نہیں کرسکتا۔ نوافل بکثرت پڑھتے پڑھتے بندہ میرے نزدیک اور میرا محبوب ہوجاتا ہے۔ جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں' جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ تھامتا ہے اور اس کے پیر بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ وہ اگر مجھ سے مانگے میں دیتا ہوں' اگر دعا کرے میں قبول کرتا ہوں' اگر پناہ چاہے میں پناہ دیتا ہوں اور مجھے کسی کام کے کرنے میں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا مومن کی روح کے قبض کرنے میں وہ موت کو ناپسند کرتا ہے۔ میں اسے ناراض کرنا نہیں چاہتا اور موت ایسی چیز ہی نہیں جس سے کسی ذی روح کو نجات مل سکے۔ [1] اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن اخلاص اور اطاعت میں کامل ہوجاتا ہے تو اس کے تمام افعال اللہ کیلئے ہوجاتے ہیں وہ سنتا ہے اللہ کیلئے' دیکھتا ہے اللہ کیلئے' یعنی شریعت کی باتیں سنتا ہے' شرع نے جن چیزوں کو دیکھنا جائز کیا ہے' انہی کو دیکھتا ہے' اسی طرح اس کا ہاتھ بڑھانا' پاؤں چلانا بھی اللہ کی رضامندی کے کاموں کیلئے ہوتا ہے۔ اللہ پر اس کا بھروسہ رہتا ہے اسی سے مدد چاہتا ہے' تمام کام اس کے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے بعض غیر صحیح احادیث میں اس کے بعد یہ بھی آیا ہے کہ پھر وہ میرے ہی لئے سنتا اور میرے ہی لئے دیکھتا ہے اور میرے لئے پکڑتا ہے اور میرے لئے ہی چلتا پھرتا ہے۔ آیت میں بیان ہے کہ ماں کے پیٹ سے وہ نکالتا ہے' کان آنکھ' دل' دماغ' وہ دیتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو اور آیت میں فرمان ہے ﴿قُلْ هُوَ الَّذِىٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ﴾ [2] الخ' یعنی اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے ہیں لیکن تم بہت ہی کم شکرگزاری کرتے ہو' اسی نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا ہے اور اسی کی طرف تمہارا حشر کیا جانے والا ہے۔ پھر اللہ پاک رب العالمین اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ ان پرندوں کی طرف دیکھو جو آسمان و زمین کے درمیان کی فضا میں پرواز کرتے پھرتے ہیں' انہیں پروردگار ہی اپنی قدرت کاملہ سے تھامے ہوئے ہے۔ یہ قوت پرواز اسی نے انہیں دے رکھی ہے اور

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب التواضع (٦٥٠٢) مسند احمد (٦/٢٥٦)]

[2] [سورۃ الملک: آیت ٢٣]

ہواؤں کو ان کا مطیع بنا رکھا ہے۔ سورۂ ملک میں بھی یہی فرمان ہے کہ کیا وہ اپنے سروں پر اڑتے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھتے؟ جو پر کھولے ہوئے ہیں اور پر سمیٹے ہوئے بھی ہیں انہیں بجز اللہ رحمان ورحیم کے کون تھامتا ہے؟ وہ اللہ تمام مخلوق کو بخوبی دیکھ رہا ہے' [1] یہاں بھی خاتمے پر فرمایا کہ اس میں ایمانداروں کیلئے بہت سے نشان ہیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا
تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝٨٠ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا
وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ
تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝٨١ فَاِنْ تَوَلَّوْا
فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝٨٢ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ
الْكٰفِرُوْنَ ۝٨٣ ع

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں میں سکونت کی جگہ بنادی ہے اور اسی نے تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں کے گھر بنادیئے ہیں جنہیں تم ہلکا پھلکا پاتے ہو اپنے کوچ کے دن اور اپنے ٹھہرنے کے دن بھی اور ان کی اون اور روؤں اور بالوں سے بھی اس نے بہت سے سامان اور ایک وقت مقررہ تک کیلئے فائدہ کی چیزیں بنادیں ○ اللہ ہی نے تمہارے لئے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے سائے بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لئے پہاڑوں میں غار بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لئے کرتے بنائے ہیں جو تمہیں گرمی سے بچائیں اور ایسے کرتے بھی جو تمہیں لڑائی کے وقت کام آئیں' وہ اسی طرح اپنی پوری پوری نعمتیں دے رہا ہے کہ تم حکم بردار بن جاؤ ○ پھر بھی اگر یہ منہ موڑے رہیں تو تجھ پر تو صرف ظاہری تبلیغ کر دینا ہی ہے ○ یہ اللہ کی نعمتیں جانتے پہچانتے ہوئے بھی ان کے منکر ہو رہے ہیں بلکہ اس کے اکثر ناشکرے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ: قدیم اور بہت بڑے ان گنت احسانات وانعامات والا اللہ اپنی اور نعمتیں ظاہر فرمارہا ہے۔ اسی نے بنی آدم کے رہنے سہنے آرام اور راحت حاصل کرنے کیلئے انہیں مکانات دے رکھے ہیں۔ اسی طرح چوپائے' جانوروں کی کھالوں کے خیمے' ڈیرے' تمبو اس نے عطا فرما کھے ہیں کہ سفر میں کام آئیں' نہ لے جانا دوبھر نہ لگانا مشکل' نہ اکھیڑنے میں کوئی تکلیف۔ پھر بکریوں کے بال' اونٹوں کے بال' بھیڑوں اور دنبوں کی اون' تجارت کیلئے مال کے طور پر اسے تمہارے لئے بنایا ہے۔ وہ گھر کے برتنے کی چیز بھی ہے اس سے کپڑے بھی بنتے ہیں' فرش بھی تیار ہوتے ہیں' تجارت کے طور پر مال تجارت ہے۔ فائدے کی چیز ہے جس سے لوگ مقررہ وقت تک سود مند ہوتے ہیں۔ درختوں کے سائے اس نے تمہارے فائدے اور راحت کے لئے بنائے ہیں پہاڑوں پر غار قلعے وغیرہ اس نے تمہیں دے رکھے ہیں کہ ان میں پناہ حاصل کرو۔ چھپنے اور رہنے سہنے کی جگہ بنالو۔

---

[1] [سورۃ الملک: آیت ۱۹]

سوتی، اون اور بالوں کے کپڑے اس نے تمہیں دے رکھے ہیں کہ پہن کر سردی گرمی کے بچاؤ کے ساتھ ہی اپنا ستر چھپاؤ اور زیب وزینت حاصل کرو اور اس نے تمہیں زرہیں خود بکتر عطا فرمائے ہیں جو دشمنوں کے حملے اور لڑائی کے وقت تمہیں کام دیں۔ اسی طرح وہ تمہیں تمہاری ضرورت کی پوری پوری نعمتیں دیئے چلا جاتا ہے کہ تم راحت و آرام پاؤ اور اطمینان سے اپنے منعم حقیقی کی عبادت میں لگے رہو۔ ((تُسْلِمُوْنَ)) کی دوسری قراءت ((تَسْلَمُوْنَ)) بھی ہے۔ یعنی تم سلامت رہو۔ اور پہلی قراءت کے معنی تاکہ تم فرمانبردار بن جاؤ۔ اس سورہ کا نام سورۃ النعم بھی ہے۔ لام کے زبر والی قراءت سے یہ بھی مروی ہے کہ تم کو اس نے لڑائی میں کام آنے والی چیزیں دیں کہ تم سلامت رہو دشمن کے وار سے بچو۔ بے شک جنگل اور بیابان بھی اللہ کی بڑی نعمت ہیں لیکن یہاں پہاڑوں کی نعمت اس لئے بیان کی کہ جن سے کلام ہے وہ پہاڑوں کے رہنے سہنے والے تھے تو ان کی معلومات کے مطابق ان سے کلام ہو رہا ہے اسی طرح چونکہ وہ بھیڑوں اور اونٹوں والے تھے انہیں یہی نعمتیں یاد دلائیں حالانکہ ان سے بڑھ کر اللہ کی نعمتیں مخلوق کے ہاتھوں میں اور بھی بے شمار ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سردی کے اتارنے کا احسان بیان فرمایا حالانکہ اس سے اور بڑے احسانات موجود ہیں۔ لیکن یہ ان کے سامنے اور ان کی جانی پہچانی چیز تھی۔ اسی طرح چونکہ یہ لڑنے بھڑنے والے جنگجو لوگ تھے لڑائی کے بچاؤ کی چیز بطور نعمت ان کے سامنے رکھی حالانکہ اس سے صدہا درجے بڑی اور نعمتیں بھی مخلوق کے ہاتھ میں موجود ہیں۔ اسی طرح چونکہ ان کا ملک گرم تھا فرمایا کہ لباس سے تم گرمی کی تکلیف زائل کرتے ہو ورنہ کیا اس سے بہتر اس منعم حقیقی کی اور نعمتیں بندوں کے پاس نہیں؟۔ اسی لئے ان نعمتوں اور رحمتوں کے اظہار کے بعد ہی فرماتا ہے کہ اگر اب بھی یہ لوگ میری عبادت اور توحید کے اور میرے بے پایاں احسانوں کے قائل نہ ہوں تو تجھے ان کی ایسی کیا پڑی ہے؟ چھوڑ دے اپنے کام میں لگ جا تجھ پر تو صرف تبلیغ ہی ہے وہ کئے جا۔ یہ خود جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نعمتوں کا دینے والا ہے اور اس کی بے شمار نعمتیں ان کے ہاتھوں میں ہیں لیکن باوجود علم کے منکر ہو رہے ہیں اور اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں بلکہ اس کی نعمتوں کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ مددگار فلاں رزق دینے والا فلاں ہے، یہ اکثر لوگ کافر ہیں، اللہ کے ناشکرے ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ نے اس آیت کی تلاوت اس کے سامنے کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رہنے سہنے کی جگہ کے لئے گھر اور مکانات دیئے اس نے کہا سچ ہے، پھر آپ نے پڑھا کہ اس نے تمہیں چوپایوں کی کھالوں کے خیمے دیئے اس نے کہا یہ بھی سچ ہے، اسی طرح آپ ان آیتوں کو پڑھتے گئے اور وہ ہر ایک نعمت کا اقرار کرتا رہا آخر میں آپ ﷺ نے پڑھا اس لئے کہ تم مسلمان اور مطیع ہو جاؤ اس وقت وہ پیٹھ پھیر کر چل دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آخری آیت اتاری کہ اقرار کے بعد انکار کر کے کافر ہو جاتے ہیں۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَأَى

الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا

مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ن السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٨٧﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿٨٨﴾

جس دن ہم ہر امت سے گواہ کھڑا کریں گے پھر کافروں کو نہ اجازت دی جائے گی اور نہ وہ عذر رجوع طلب کئے جائیں گے ○ جب یہ ظالم عذاب دیکھ لیں گے پھر نہ تو وہ ان سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ ڈھیل دیئے جائیں گے ○ جب مشرکین اپنے شریکوں کو دیکھ لیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار یہی ہمارے وہ شریک ہیں جنہیں ہم تجھے چھوڑ کر پکارا کرتے تھے، پس وہ انہیں جواب دیں گے کہ تم بالکل جھوٹے ہو ○ اس دن وہ سب عاجز ہو کر اللہ کے سامنے اطاعت کا اقرار پیش کریں گے اور جو بہتان باندھا کرتے تھے وہ سب ان سے گم ہو جائے گا ○ جنہوں نے کفر کیا اور راہ اللہ سے روکا ہم انہیں عذابوں پر عذاب بڑھاتے جائیں گے یہ بدلہ ہوگا ان کی فتنہ پردازیوں کا ○

پیغمبر ہی اپنی امت کا گواہ: قیامت کے دن مشرکوں کی جو بری حالت بنے گی اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس دن ہر امت پر اس کا نبی گواہی دے گا کہ اس نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا پھر کافروں کو کسی عذر کی بھی اجازت نہ ملے گی کیونکہ ان کا بطلان اور جھوٹ بالکل ظاہر ہے۔ سورہ والمرسلات میں بھی یہی فرمان ہے کہ اس دن نہ وہ بولیں گے نہ انہیں کسی عذر کی اجازت ملے گی۔ [1] مشرکین عذاب دیکھیں گے لیکن پھر کوئی کمی نہ ہوگی ایک ساعت بھی عذاب ہلکا نہ ہوگا نہ انہیں کوئی مہلت ملے گی اچانک پکڑ لئے جائیں گے۔ جہنم آ موجود ہوگی جو ستر ہزار لگاموں والی ہوگی۔ جس کی ایک لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔ [2] اس میں سے ایک گردن نکلے گی جو اس طرح پھن پھیلائے گی کہ تمام اہل محشر خوف زدہ ہو کر گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ اس وقت جہنم اپنی زبان سے با آواز بلند اعلان کرے گی کہ میں اس ہر ایک سرکش ضدی کے لئے مقرر کی گئی ہوں۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا ہوا اور ایسے ایسے کام کئے ہوں چنانچہ وہ کئی قسم کے گنہگاروں کا ذکر کرے گی۔ جیسے کہ حدیث میں ہے پھر وہ ان تمام لوگوں کو لپٹ جائے گی اور میدان محشر میں سے انہیں لپک لے گی جیسے کہ پرندہ دانہ چگتا ہے۔ جیسے کہ فرمان باری ہے ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ﴾ [3] الخ، جب کہ وہ دور سے دکھائی دے گی تو اس کا شور وغل، کڑکنا، بھڑکنا یہ سننے لگیں گے اور جب اس کے تنگ وتاریک مکانوں میں جھونک دیئے جائیں تو موت کو پکاریں گے۔ آج ایک چھوڑ کئی ایک موتوں کو بھی پکاریں تو کیا ہو سکتا ہے؟ اور آیت میں ہے ﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ﴾ [4] گنہگار جہنم کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ وہ اس میں جھونک دیئے جائیں گے لیکن کوئی بچاؤ نہ پائیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ [5] کاش کہ کافر اس وقت کو جان لیتے جب کہ وہ اپنے چہروں پر سے اور اپنی کمر پر سے جہنم کی آگ کو دور نہ کر سکیں گے نہ کسی کو مدد

---

[1] [سورة المرسلات: آیت ۳۵، ۳۶]

[2] [صحیح: صحیح مسلم : كتاب الجنة : باب جهنم اعاذنا الله منها (۲۸۴۲)]

[3] [الفرقان: ۱۲، ۱۴] [4] [الکهف: ۵۳] [5] [الانبیاء: ۳۹، ۴۰]

گار پائیں گے اچانک عذاب الٰہی انہیں ہکابکا کر دیں گے نہ انہیں ان کے دفع کرنے کی طاقت ہوگی نہ ایک منٹ کی مہلت ملے گی۔ اس وقت ان کے معبودان باطل جن کی عمر بھر عبادتیں اور نذریں نیازیں کرتے رہے ان سے بالکل بے نیاز ہو جائیں گے اور ان کی احتیاج کے وقت انہیں مطلقاً کام نہ آئیں گے۔ انہیں دیکھ کر یہ کہیں گے کہ اے اللہ یہ ہیں جنہیں ہم دنیا میں پوجتے رہے تو وہ کہیں گے جھوٹے ہو ہم نے کب تم سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر ہماری پرستش کرو؟ اسی کو جناب باری نے فرمایا ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴾ [1] الخ، یعنی اس سے زیادہ کوئی گمراہ نہیں جو اللہ کے سوا انہیں پکارتا ہے جو اسے قیامت تک جواب نہ دیں گے بلکہ وہ ان کے پکارنے سے بھی بے خبر ہوں اور حشر کے دن ان کے دشمن ہو جانے والے ہوں اور ان کی عبادت کا انکار کر جانے والے ہوں۔ اور آیتوں میں ہے کہ اپنا حمایتی اور باعث عزت جان کر جنہیں یہ پکارتے رہے وہ تو ان کی عبادتوں کے منکر ہو جائیں گے۔ اور ان کے مخالف بن جائیں گے [2] خلیل اللہ علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا کہ ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ ﴾ [3] الخ، یعنی قیامت کے دن ایک دوسروں کے منکر ہو جائیں گے۔ اور آیت میں ہے کہ انہیں قیامت کے دن حکم ہوگا کہ اپنے شریکوں کو پکارو الخ، اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں کلام اللہ میں موجود ہیں۔ اس دن سب کے سب مسلمان تابع فرمان ہو جائیں گے جیسے فرمان ہے ﴿ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا ﴾ [4] یعنی جس دن یہ ہمارے پاس آئیں گے اس دن خوب ہی سننے والے دیکھنے والے ہو جائیں گے اور آیت میں ہے ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ ﴾ [5] الخ، تو دیکھے گا کہ اس دن گنہگار لوگ اپنے سر جھکائے کہہ رہے ہوں گے کہ اے اللہ ہم نے دیکھ سن لیا الخ۔ اور آیت میں ہے کہ سب چہرے اس دن اللہ حی و قیوم کے سامنے جھکے ہوئے ہوں گے [6] تابع اور مطیع ہوں گے زیر فرمان ہوں گے۔ ان کے سارے بہتان و افترا جاتے رہیں گے۔ ساری چالاکیاں ختم ہو جائیں گی کوئی ناصر و مددگار کھڑا نہ ہوگا۔ جنہوں نے کفر کیا انہیں ان کے کفر کی سزا ملے گی اور اپنے کفر میں دوسروں کو بھی گھسیٹنے کی اور ملوث کرنے کی دوگنی سزا ہوگی۔ یہ وہ ہیں جو خود بھی دور بھاگتے تھے اور دوسروں کو بھی حق سے دور بھگاتے رہتے تھے دراصل وہ خود ہی ہلاکت کے دلدل میں پھنس رہے تھے لیکن بے وقوف تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کے عذاب کے بھی درجے ہوں گے، جس طرح مومنوں کے جزا کے درجے ہوں گے جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [7] ہر ایک کیلئے دوہرا اجر ہے لیکن تمہیں علم نہیں۔ ابو یعلی میں حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ عذاب جہنم کے ساتھ زہریلے سانپوں کا ڈسنا بڑھ جائے گا جو اتنے بڑے بڑے ہوں گے جتنے بڑے کھجور کے درخت ہوتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عرش تلے سے پانچ نہریں آتی ہیں جن سے دوزخیوں کو دن رات عذاب ہوگا۔

---

[1] [الاحقاف: ۵، ۶] [2] [مریم: ۸۱، ۸۲] [3] [العنکبوت: ۲۵]

[4] [مریم: ۳۸] [5] [السجدۃ: ۱۲] [6] [طٰہٰ: ۱۱۱]

[7] [الاعراف: ۳۸]

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿٨٩﴾ ع ۱۲

جس دن ہم ہر امت میں انہی میں سے ان کے مقابلے پر گواہ کھڑا کریں گے اور تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے' اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا شافی بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کیلئے ○

قرآن میں ہر چیز کا بیان: اللہ تعالیٰ اپنے محترم رسول ﷺ سے خطاب کر کے فرما رہے ہیں کہ اس دن کو یاد کر اور اس دن جو تیری شرافت وکرامت ہونے والی ہے اور اس کا بھی ذکر کر۔ یہ آیت بھی ویسی ہی ہے جیسی سورۂ نساء کے شروع کی آیت ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ (1) یعنی کیونکر گزرے گی جب کہ ہم ہر امت میں سے گواہ لائیں گے اور تجھے ان سب پر گواہ بنا کر کھڑا کریں گے۔ حضور ﷺ نے ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سورۂ نساء پڑھوائی جب وہ اس آیت تک پہنچے تو آپ نے فرمایا بس کر کافی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس وقت آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ (2) پھر فرماتا ہے اپنی اس اتاری ہوئی۔ کتاب میں تیرے سامنے سب کچھ بیان فرما دیا ہے ہر علم اور ہر شے اس قرآن میں ہے۔ ہر حلال حرام' ہر ایک نافع علم' ہر بھلائی' گزشتہ کی خبریں' آئندہ کے واقعات' دین ودنیا' معاش ومعاذ سب کے ضروری احکام واحوال اس میں موجود ہیں۔ یہ دلوں کی ہدایت ہے' یہ رحمت ہے' یہ بشارت ہے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب سنت رسول ﷺ کو ملا کر ہر چیز کا بیان ہے۔ اس آیت کو اوپر والی آیت سے غالباً یہ تعلق ہے کہ جس نے تجھ پر اس کتاب کی تبلیغ فرض کی ہے اور اسے نازل فرمایا ہے وہ قیامت کے دن تجھ سے اس کی بابت سوال کرنے والا ہے جیسے فرمان ہے کہ امتوں اور رسولوں سے سب سے سوال ہوگا۔ (3) واللہ! ہم سب سے ان کے اعمال کی باز پرس کریں گے۔ (4) رسولوں کو جمع کر کے ان سے سوال ہوگا کہ تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے' ہمیں کوئی علم نہیں' تو علام الغیوب ہے۔ (5) اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَاۗدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ﴾ (6) یعنی جس نے تجھ پر تبلیغ قرآن کی فرض کی ہے' وہ

---

(1) [سورۃ النسآء: آیت ٤١]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب من احب ان یستمع القرآن من غیرہ (٥٠٤٩)، (٥٠٥٠) صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب فضل استماع القرآن (٨٠٠) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورۃ النسآء (٣٠٢٤) ابوداؤد : کتاب العلم : باب فی القصص (٣٦٦٨) مسند احمد (١/٣٨٠)]

(3) [سورۃ الاعراف: آیت ٦]

(4) [سورۃ الحجر: آیت ٩٢، ٩٣]

(5) [سورۃ المائدہ: آیت ١٠٩]

(6) [سورۃ القصص: آیت ٨٥]

تجھے قیامت کے دن اپنے پاس لوٹا کر اپنے سونپے ہوئے فریضے کی بابت تجھ سے پرسش کرنے والا ہے۔ یہ ایک قول بھی اس آیت کی تفسیر میں ہے اور یہ بھی منقول اور عمدہ۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ
وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝

اللہ تعالیٰ عدل کا بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے وہ آپ تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو ○

عدل وانصاف کا حکم: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کو عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے اور سلوک واحسان کی رہنمائی کرتا ہے گو بدلہ لینا بھی جائز ہے جیسے آیت ﴿ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ ﴾ [1] الخ میں فرمایا کہ اگر بدلہ لے سکو تو برابر برابر کا بدلہ لو لیکن اگر صبر وبرداشت کر لو تو کیا ہی کہنا یہ بڑی مردانگی کی بات ہے۔ اور آیت میں فرمایا اس کا اجر خدا کے ہاں ملے گا۔ ایک اور آیت میں ہے زخموں کا قصاص ہے لیکن جو درگزر کر جائے اس کے گناہوں کی معافی ہے۔ [2] پس عدل تو فرض احسان نفل اور کلمہ توحید کی شہادت بھی عدل ہے۔ ظاہر باطن کی پاکیزگی بھی عدل ہے اور احسان یہ ہے کہ باطن کی صفائی ظاہر سے بھی زیادہ ہو۔ اور فحشاء اور منکر یہ ہے کہ باطن میں کھوٹ ہو اور ظاہر میں بناوٹ ہو۔ وہ صلہ رحمی کا بھی حکم دیتا ہے۔

جیسے صاف لفظوں میں ارشاد ہے ﴿ وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ ﴾ [3] الخ۔ رشتے داروں مسکینوں مسافروں کو ان کا حق دو اور بے جا خرچ نہ کرو۔ محرمات سے وہ تمہیں روکتا ہے برائیوں سے منع کرتا ہے ظاہری باطنی تمام برائیاں حرام ہیں۔ لوگوں پر ظلم وزیادتی حرام ہے۔ حدیث میں ہے کہ کوئی گناہ ظلم وزیادتی اور قطع رحمی سے بڑھ کر ایسا نہیں کہ دنیا میں بھی جلدی ہی اس کا بدلہ ملے اور آخرت میں بھی سخت پکڑ ہو۔ [4] اللہ کے یہ احکام اور یہ نواہی تمہاری نصیحت کیلئے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سارے قرآن کی جامع تر آیت سورۂ نحل میں یہ آیت ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں جو اچھی عادتیں ہیں ان کا حکم قرآن نے دیا ہے اور جو بری خصلتیں لوگوں میں ہیں ان سے اللہ نے روک دیا ہے بدخلقی اور برائی سے اس نے ممانعت کر دی ہے۔ حدیث شریف میں ہے بہترین

---

[1] [النحل: ١٢٦] [2] [المائدہ: ٤٥]

[3] [الاسراء: ٢٦]

[4] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الادب: باب فی النهی عن البغی (٤٩٠٢) ترمذی: کتاب صفة القیامة (٢٥١١) ابن ماجه: کتاب الزهد: باب البغی (٤٢١١)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، السلسلة الصحیحة (٩١٧)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

اخلاق اللہ کو پسند ہیں اور بد خلقی کو وہ مکروہ کہتا ہے۔[1] اکثم بن صیفی کو جب رسول اللہ ﷺ کی بابت اطلاع ہوئی تو اس نے خدمت نبوی میں حاضر ہونے کی ٹھان لی لیکن اس کی قوم اس کے سر ہوگئی اور اسے روک لیا اس نے کہا اچھا مجھے نہیں جانے دیتے تو قاصد لاؤ جنہیں میں وہاں بھیجوں۔ دو شخص اس کی خدمت کی انجام دہی کے لئے تیار ہوئے یہاں آ کر انہوں نے کہا ہم اکثم بن صیفی کے قاصد ہیں وہ آپ سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں اور کیا ہیں؟۔ آپ نے فرمایا پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ میں محمد بن عبد اللہ ہوں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول۔ پھر آپ نے یہی آیت انہیں پڑھ سنائی انہوں نے کہا دوبارہ پڑھیے۔ آپ نے پھر پڑھی' یہاں تک کہ انہوں نے یاد کر لی پھر واپس جا کر اکثم کو خبر دی اور کہا اپنے نسب پر اس نے کوئی فخر نہیں کیا۔ صرف اپنا اور اپنے والد کا نام بتا دیا لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہیں وہ بڑے نسب والے' مضر میں اعلی خاندان کے ہیں اور پھر یہ کلمات ہمیں تعلیم فرمائے جو آپ کی زبانی ہم نے سنے۔ یہ سن کر اکثم نے کہا یہ بڑی اچھی اور اعلی باتیں سکھاتے ہیں اور بری اور سفلی باتوں سے روکتے ہیں۔ میرے قبیلے کے لوگو! تم اسلام کی طرف سبقت کرو تاکہ تم دوسروں پر سرداری کرو اور دوسروں کے ہاتھوں میں دم بن کر نہ رہ جاؤ۔ اس آیت کے شان نزول میں ایک حسن حدیث مسند امام احمد میں وارد ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی انگنائی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا بیٹھتے نہیں ہو؟ وہ بیٹھ گئے' آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کر رہے تھے کہ حضور ﷺ نے دفعۃً اپنی نظریں آسمان کی جانب اٹھائیں کچھ دیر اوپر ہی دیکھتے رہے' پھر نگاہیں آہستہ آہستہ نیچی کیں اور اپنی دائیں جانب زمین کی طرف دیکھنے لگے اور اسی طرف آپ نے رخ بھی کر لیا اور اسی طرح سر ہلانے لگے گویا کسی سے کچھ سمجھ رہے ہیں اور کوئی آپ سے کچھ کہہ رہا ہے تھوڑی دیر تک یہی حالت طاری رہی پھر آپ نے نگاہیں اونچی کرنی شروع کیں' یہاں تک کہ آسمان تک آپ کی نگاہیں پہنچیں پھر آپ ٹھیک ٹھاک ہو گئے اور اسی پہلی بیٹھک پر عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ وہ یہ سب دیکھ رہا تھا' اس سے صبر نہ ہو سکا' پوچھا کہ حضرت آپ کے پاس کئی بار بیٹھنے کا اتفاق ہوا لیکن آج جیسا منظر تو کبھی نہیں دیکھا' آپ نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا یہ کہ آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی پھر نیچی کر لی اور اپنے دائیں طرف دیکھنے لگے اور اسی طرف گھوم کر بیٹھ گئے' مجھے چھوڑ دیا' پھر اس طرح سر ہلانے لگے جیسے کوئی آپ سے کچھ کہہ رہا ہو۔ اور آپ اسے اچھی طرح سن رہے ہوں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اللہ کا نازل کردہ فرشتہ وحی لے کر آیا تھا اس نے کہا اللہ کا بھیجا ہوا؟ آپ نے فرمایا' ہاں اللہ کا بھیجا ہوا۔ پوچھا اس نے آپ سے کیا کہا؟ آپ نے یہی آیت پڑھ سنائی۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی وقت میرے دل میں ایمان بیٹھ گیا اور حضور ﷺ کی محبت نے میرے دل میں گھر کر لیا۔[2] ایک اور روایت میں حضرت

---

[1] [صحیح : ابو نعیم فی الحلیة (۲۵۵/۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۵۹۲۸) مستدرك حاكم (۴۸/۱) بیهقی (۱۹۱/۱۰)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[السلسلة الصحیحة (۱۳۷۸)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۳۱۸/۱) طبرانی کبیر (۸۳۲۲) مجمع الزوائد (۴۸/۷)] اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔]

عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا جو آپ نے اپنی نگاہیں اوپر کو اٹھائیں اور فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں اس آیت کو اس سورت کی اس جگہ رکھوں [1] یہ روایت بھی صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ
اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۹۱ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ
غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ
اُمَّةٌ هِىَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۹۲

اور پورا کرو اللہ کے عہد کو جب کہ تم آپس میں قول وقرار کرو اور قسموں کو ان کی پختگی کے بعد توڑا نہ کرو۔ باوجود یہ کہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو' تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ بخوبی جان رہا ہے ○ اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا' کہ ٹھہراؤ تم اپنی قسموں کو آپس کے مکر کا باعث اس لئے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھا چڑھا ہو جائے' بات صرف یہی ہے کہ اس زیادتی سے اللہ تمہیں آزما رہا ہے' یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے لئے قیامت کے دن ہر اس چیز کو کھول کر بیان کر دے گا جس میں تم اختلاف کر رہے تھے ○

عہد و پیمان کی حفاظت: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ عہد و پیمان کی حفاظت کریں قسموں کو پورا کریں۔ توڑیں نہیں۔ قسموں کو نہ توڑنے کی تاکید کی اور آیت میں فرمایا کہ قسم توڑنے کا کفارہ ہے قسموں کی پوری حفاظت کرو۔ پس ان آیتوں میں یہ حکم ہے۔ اور بخاری کی حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں واللہ! میں جس چیز پر قسم کھا لوں اور پھر اس کے خلاف میں بہتری دیکھوں تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس نیک کام کو کروں گا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا۔ [2] تو مندرجہ بالا آیتوں اور احادیث میں کچھ فرق نہ سمجھا جائے وہ قسمیں اور عہد و پیمان جو آپس کے معاہدے اور وعدے کے طور پر ہوں ان کا پورا کرنا تو بے شک بے حد ضروری ہے اور جو قسمیں رغبت دلانے یا روکنے کیلئے زبان سے نکل جائیں' وہ بے شک کفارہ دے کر ٹوٹ سکتی ہیں۔ پس اس آیت میں مراد جاہلیت کے زمانے جیسی قسمیں ہیں۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اسلام میں دو جماعتوں

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (٤/٢١٨) مجمع الزوائد (٧/٤٨، ٤٩)] اس کی سند میں شہر بن حوشب اور لیث بن ابی سلیم دو راوی ضعیف ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٧٩١٨)]

[2] [صحیح: صحيح بخاری: كتاب الايمان والنذور: باب قول الله تعالى لايؤاخذكم الله باللغو فى ايمانكم (٦٦٢٣) صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب ندب من حلف يمينا (١٦٤٩) ابوداؤد: كتاب الايمان والنذور: باب الرجل يكفر قبل ان يحنث (٣٢٧٦) ابن ماجه: كتاب الكفارات: باب من حلف على يمين فرأى غيرها خيرا منها (٢١٠٧) نسائی: كتاب الايمان والنذور: باب الكفارة قبل الحنث (٣٧٨٩) مسند احمد (٤/٣٩٨)]

کی آپس میں ایک رہنے کی قسم کوئی چیز نہیں ہاں جاہلیت میں ایسی امداد واعانت کی جو قسمیں آپس میں ہو چکی ہیں اسلام ان کو اور مضبوط کرتا ہے۔ (۱) اس حدیث کے پہلے جملے کے یہ معنی ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اب اس کی ضرورت نہیں کہ ایک برادری والے دوسری برادری والوں سے عہد و پیمان کریں کہ ہم تم ایک ہیں' راحت ورنج میں شریک ہیں وغیرہ۔ کیونکہ رشتہ اسلام تمام مسلمانوں کو ایک برادری کا حکم دیتا ہے۔ مشرق مغرب کے مسلمان ایک دوسرے کے ہمدرد وغم خوار ہیں۔ بخاری ومسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ نے انصار ومہاجرین میں باہم قسمیں اٹھوائیں۔ (۲) اس سے یہ ممنوع بھائی بندی مراد نہیں یہ تو بھائی چارہ تھا جس کی بنا پر آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے۔ آخر میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور ورثہ قریبی رشتہ داروں سے مخصوص ہو گیا۔ کہتے ہیں اس فرمان الٰہی سے مطلب ان مسلمانوں کو اسلام پر جمع رہنے کا حکم دینا ہے جو حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام کے احکام کی پابندی کا اقرار کرتے تھے۔ تو انہیں فرماتا ہے کہ ایسی تاکیدی قسم اور پورے عہد کے بعد کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی جماعت کی کمی اور مشرکوں کی جماعت کی کثرت دیکھ کر تم اسے توڑ دو۔ (۳) مسند احمد میں ہے کہ جب یزید بن معاویہ کی بیعت لوگ توڑنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے تمام گھرانے کے لوگوں کو جمع کیا اور اللہ کی تعریف کر کے اما بعد کہہ کر فرمایا کہ ہم نے یزید کی بیعت رسول اللہ ﷺ کی بیعت پر کی ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ہر غدار کیلئے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑا جائیگا اور اعلان کیا جائے گا کہ یہ غدر ہے فلاں بن فلاں کا۔ اللہ کے ساتھ شریک کرنے کے بعد سب سے بڑا اور سب سے برا غدر یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی بیعت کسی کے ہاتھ پر کر کے پھر توڑ دینا یاد رکھو تم میں سے کوئی یہ برا کام نہ کرے اور اس بارے میں حد سے نہ بڑھے ورنہ مجھ میں اور اس میں جدائی ہے۔ (۴) مسند احمد میں حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص کسی مسلمان بھائی سے کوئی شرط کرے اور اسے پورا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو وہ مثل اس شخص کے ہے جو اپنے پڑوسی کو امن دینے کے بعد بے پناہ چھوڑ دے (۵) پھر انہیں دھمکاتا ہے جو عہد و پیمان کی حفاظت نہ کریں کہ ان کے اس فعل سے اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔

مکہ میں ایک عورت تھی جس کی عقل میں فتور تھا سوت کاتنے کے بعد' ٹھیک ٹھاک اور مضبوط ہو جانے کے بعد

---

(۱) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب مؤاخاة النبی بین اصحابه (۲۵۳۰) ابوداؤد : کتاب الفرائض : باب فی الحلف (۲۹۲۵) مسند احمد (۴/۸۳)]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب الاخاء والحلف (۶۰۸۳) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب مؤاخاة النبی بین اصحابه (۲۵۲۹)]

(۳) [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۱۸۷۱)]

(۴) [صحیح : مسند احمد (۲/۴۸)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۵۰۸۸)]

(۵) [ضعیف : مسند احمد (۵/۴۰۴) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں حجاج بن ارطاة مدلس ہے۔ [مجمع الزوائد (۴/۱۶۷)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۳۴۳۹)]

بے وجہ توڑ تاڑ کر پھر ٹکڑے کر دیتی۔ یہ تو اس کی مثال ہے جو عہد کو مضبوط کر کے پھر توڑ دے۔ یہی بات ٹھیک ہے اب اسے جانے دیجئے کہ واقعہ میں کوئی ایسی عورت تھی بھی یا نہیں جو یہ کرتی ہو نہ کرتی ہو یہاں تو صرف مثال مقصود ہے۔ ((اَنْكَاثًا)) کے معنی ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ ممکن ہے یہ ((نَقَضَتْ غَزْلَهَا)) کا اسم مصدر ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بدل ہو کان کی خبر کا یعنی انکاث نہ ہو جمع ملکث کی ناکث سے۔ پھر فرماتا ہے کہ قسموں کو مکر و فریب کا ذریعہ نہ بناؤ کہ اپنے سے بڑوں کو اپنی قسموں سے اطمینان دلاؤ اور اپنی ایمانداری اور نیک نیتی کا سکہ بٹھا کر پھر غداری اور بے ایمانی کر جاؤ ان کی کثرت دیکھ کر جھوٹے وعدے کر کے صلح کر لو پھر موقع پا کر لڑائی شروع کر دو ایسا نہ کرو۔ پس جب کہ اس حالت میں بھی عہد شکنی حرام کر دی تو اپنی جمعیت اور کثرت کے وقت تو بطور اولیٰ حرام ہوئی۔ بحمد للہ ہم سورۂ انفال میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قصہ لکھ آئے ہیں کہ ان میں اور شاہ روم میں ایک مدت تک کیلئے صلح نامہ ہو گیا تھا۔ اس مدت کے خاتمے کے قریب آپ نے مجاہدین کو سرحد روم کی طرف روانہ کیا کہ وہ سرحد پر پڑاؤ ڈالیں اور مدت ختم ہوتے ہی دھاوا بول دیں تاکہ رومیوں کو تیاری کا موقعہ نہ ملے۔ جب حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ہوئی تو آپ امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے اللہ اکبر! اے معاویہ عہد پورا کر غدر اور بدعہدی سے بچ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس قوم سے عہد معاہدہ ہو جائے تو جب تک مدت ختم نہ ہو جائے کوئی گرہ کھولنے کی بھی اجازت نہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکروں کو واپس بلوالیا۔ (1) اربی سے مراد اکثر ہے۔ اس جملے کا یہ بھی مطلب ہے کہ دیکھا کہ دشمن قوی اور زیادہ ہے صلح کر لی اور اس صلح کو ذریعہ فریب بنا کر انہیں غافل کر کے چڑھ دوڑے اور یہ بھی مطلب ہے کہ ایک قوم سے معاہدہ کر لیا پھر دیکھا کہ دوسری قوم ان سے زیادہ قوی ہے اس سے معاملہ کر لیا اور اگلے معاہدے کو توڑ دیا یہ سب منع ہے۔ اس کثرت سے اللہ تمہیں آزماتا ہے۔ یا یہ کہ اپنے اس حکم سے یعنی پابندی وعدہ کے حکم سے اللہ تمہاری آزمائش کرتا ہے اور تم میں صحیح فیصلے قیامت کے دن وہ خود کر دے گا۔ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا نیکوں کو نیک، بدوں کو بد۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْۤا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ
بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ
عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ
صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

---

(1) [صحیح: ترمذی: کتاب السیر: باب ماجاء فی الغدر (۱۵۸۰) ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی الامام یکون بینه و بین العدو عهد (۲۷۵۹) نسائی فی السنن الکبری (۸۷۳۲) مسند احمد (۱۱۱/٤) بیهقی فی السنن الکبری (۲۳۱/۹)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی گروہ بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے یقیناً تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے باز پرس کی جانے والی ہے ○ تم اپنی قسموں کو آپس کی دغا بازی کا بہانہ نہ بناؤ پھر تو تمہارے قدم اپنی مضبوطی کے بعد ڈگمگا جائیں گے اور تمہیں سخت سزا برداشت کرنی پڑے گی کیونکہ تم نے راہ اللہ سے روک دیا' اور تمہیں بڑا سخت عذاب ہوگا ○ تم عہد اللہ کو تھوڑے مول کے بدلے نہ بیچ دیا کرو' یاد رکھو اللہ کے پاس کی چیز ہی تمہارے لئے بہتر ہے بشرطیکہ تم میں علم ہو ○ تمہارے پاس جو کچھ ہے سب فانی ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے باقی ہے' صبر کرنے والوں کو ہم ان کے بھلے اعمال کا بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے ○

اللہ چاہے تو سب کا ایک مذہب ہو: اگر اللہ چاہتا تو دنیا بھر کا ایک ہی مذہب و مسلک ہوتا۔ جیسے فرمایا ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا﴾ [1] یعنی اگر تیرا رب چاہتا تو زمین میں رہنے والے تمام لوگ ایمان لے آتے۔ ایک اور آیت میں ہے کہ اگر تیرا رب چاہتا تو روئے زمین کے سب لوگ باایمان ہی ہوتے۔ یعنی ان میں موافقت یگانگت ہوتی۔ اختلاف و بغض بالکل نہ ہوتا۔ تیرا رب قادر ہے اگر چاہے تو سب لوگوں کو ایک امت کر دے لیکن یہ تو متفرق ہی رہیں گے مگر جن پر تیرے رب کا رحم ہؤا سی لئے انہیں پیدا کیا ہے۔ [2] ہدایت و ضلالت اسی کے ہاتھ ہے۔ قیامت کے دن وہ حساب لے گا' پوچھ گچھ کرے گا اور چھوٹے بڑے' نیک بد' کل اعمال کا بدلہ دے گا۔ پھر مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ قسموں' عہد و پیمان کو مکاری کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ ثابت قدمی کے بعد پھسل جاؤ گے۔ جیسے کوئی سیدھی راہ سے بھٹک جائے اور تمہارا کام اوروں کے بھی راہ حق سے ہٹ جانے کا سبب بن جائے گا' جس کا بدترین وبال تم پر پڑے گا۔ کیونکہ کفار جب دیکھیں گے کہ مسلمانوں نے عہد کر کے توڑ دیا' وعدے کا خلاف کیا تو انہیں دین پر وثوق و اعتماد نہ رہے گا پس وہ اسلام کو قبول کرنے سے رک جائیں گے اور چونکہ ان کے اس رکنے کے باعث تم بنو گے اس لئے تمہیں بڑا عذاب ہوگا۔ اور سخت سزا دی جائے گی۔ اللہ کو بیچ میں رکھ کر جو وعدہ کرو اس کی قسمیں کھا کر جو عہد و پیمان ہوں انہیں دنیوی لالچ سے توڑ دینا یا بدل دینا تم پر حرام ہے گو ساری دنیا حاصل ہو جائے تاہم اس حرمت کے مرتکب نہ بنو۔ کیونکہ دنیا ہیچ ہے' اللہ کے پاس جو ہے' وہی بہتر ہے اس جزا اور اس ثواب کی امید رکھو۔ جو اللہ کی اس بات پر یقین رکھے' اسی کا طالب رہے اور حکم الٰہی کی پابندی کے ماتحت اپنے وعدوں کی نگہبانی کرے' اس کے لئے جو اجر و ثواب اللہ کے پاس ہے وہ ساری دنیا سے بہت زیادہ اور بہت بہتر ہے۔ اسے اچھی طرح جان لو' نادانی سے ایسا نہ کرو کہ ثواب آخرت ضائع ہو جائے بلکہ لینے کے دینے پڑ جائیں۔ سنو! دنیا کی نعمتیں زائل ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں لازوال اور ابدی ہیں۔ مجھے قسم ہے جن لوگوں نے دنیا میں صبر کیا' میں انہیں قیامت کے دن ان کے بہترین اعمال کا نہایت اعلیٰ صلہ عطا فرماؤں گا اور انہیں بخش دوں گا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ
وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٩٧

---

[1] [سورۃ یونس: آیت ۹۹] [2] [سورۃ ھود: آیت ۱۱۸، ۱۱۹]

جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت ہو لیکن ہو باایمان تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے۔ اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور دیں گے ○

نیک و صالح بندے: اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ اپنے ان بندوں سے جو اپنے دل میں اللہ پر اس کے رسول پر ایمان کامل رکھیں اور کتاب وسنت کی تابعداری کے ماتحت نیک اعمال کریں' وعدہ کرتا ہے کہ وہ انہیں دنیا میں بھی بہترین اور پاکیزہ زندگی عطا فرمائے گا۔ عمدگی سے ان کی عمر بسر ہوگی' خواہ مرد ہوں' خواہ عورتیں' ساتھ ہی انہیں اپنے پاس دار آخرت میں بھی ان کی نیک اعمالیوں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے گا۔ دنیا میں پاک اور حلال روزی' قناعت' خوش نفسی' سعادت' پاکیزگی' عبادت کا لطف' اطاعت کا مزہ' دل کی ٹھنڈک' سینے کی کشادگی' سب ہی کچھ اللہ کی طرف سے ایماندار نیک عامل کو عطا ہوتی ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اس نے فلاح حاصل کرلی جو مسلمان ہوگیا اور برابر سرابر روزی دیا گیا اور جو ملا اس پر قناعت نصیب ہوئی۔ [1] اور حدیث میں ہے جسے اسلام کی راہ دکھا دی گئی اور جسے پیٹ پالنے کا ٹکڑا میسر ہوگیا اور اللہ نے اس کے دل کو قناعت سے بھر دیا' اس نے نجات پالی۔ [2] (ترمذی) صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ ان کی نیکی کا بدلہ دنیا میں عطا فرماتا ہے اور آخرت کی نیکیاں بھی انہیں دیتا ہے' ہاں کافر اپنی نیکیاں دنیا میں ہی کھا لیتا ہے آخرت کے لئے اس کے ہاتھ میں کوئی نیکی باقی نہیں رہتی۔ [3]

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٩٨﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٩٩﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿١٠٠﴾ ع ۱۳ ۱۹

قرآن پڑھنے کے وقت راندے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرلیا کر ○ ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلقاً نہیں چلتا ○ ہاں اس کا غلبہ ان پر تو یقیناً ہے جو اسی سے رفاقت کریں اور اسے اللہ کا شریک ٹھہرائیں ○

قرآن پڑھنے سے پہلے تعوذ: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی زبانی اپنے مومن بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے وہ اَعُوْذُ پڑھ لیا کریں۔ یہ حکم فرضیت کے طور پر نہیں۔ ابن جریر وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب الکفاف والقناعة (١٠٥٤) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب القناعة (٤١٣٨) ترمذی : کتاب الزهد : باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیه (٢٣٤٨)]

[2] [صحیح : مسند احمد (١٩/٦) ترمذی (٢٣٤٩) مستدرك حاكم (٣٤/١) صحیح ابن حبان (٧٠٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (١٥٠٦)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب جزاء المومن بحسانة فی الدنیا والآخرة (٢٨٠٨) مسند احمد (١٢٣/٣، ٢٨٣)]

ہے۔اعوذ کی پوری بحث مع معنی وغیرہ کے ہم اپنی اس تفسیر کے شروع میں لکھ آئے ہیں۔ فالحمدللہ۔ اس حکم کی مصلحت یہ ہے کہ قاری قرآن میں الجھنے، غور وفکر سے رک جانے اور شیطانی وسوسوں میں آنے سے بچ جائے اس لئے جمہور کہتے ہیں کہ قراءت کے شروع کرنے سے پہلے اعوذ پڑھ لیا کرے۔ کسی کا قول یہ بھی ہے کہ ختم قراءت کے بعد پڑھے۔ ان کی دلیل یہی آیت ہے لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اور احادیث کی دلالت بھی اسی پر ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ ایماندار متوکلین کو وہ ایسے گناہوں میں پھانس نہیں سکتا، جن سے وہ توبہ ہی نہ کریں۔ اس کی کوئی حجت ان کے سامنے چل نہیں سکتی، یہ مخلص بندے اس کے گہرے مکر سے محفوظ رہتے ہیں۔ ہاں جو اس کی اطاعت کریں، اس کے کہے میں آجائیں، اسے اپنا دوست اور حمایتی ٹھہرالیں۔ اسے اللہ کی عبادتوں میں شریک کرنے لگیں۔ ان پر تو یہ چھا جاتا ہے۔ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ((ب)) کو سببیہ بتلائیں یعنی نہ اس کی فرمانبرداری کے باعث اللہ کے ساتھ شرکت کرنے لگ جائیں، یہ معنی بھی ہیں کہ وہ اسے اپنے مال میں، اپنی اولاد میں شریک الٰہ ٹھہرالیں۔

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝

جب ہم کسی آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے اسے وہ خوب جانتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ تو تو بہتان باز ہے، بات یہ ہے کہ ان میں کے اکثر جانتے ہی نہیں ○ کہہ دے کہ اسے تیرے رب کی طرف سے جبرائیل حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں تا کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ استقامت اور ہدایت عطا فرمائے اور مسلمانوں کی رہنمائی اور بشارت کے لئے ○

مشرکوں کی کم عقلی: مشرکوں کی کم عقلی، بے ثباتی اور بے یقینی کا بیان ہو رہا ہے کہ انہیں ایمان کیسے نصیب ہو؟ یہ تو ازلی بدنصیب ہیں، ناسخ منسوخ سے احکام کی تبدیلی دیکھ کر بکنے لگتے ہیں کہ لو صاحب ان کا بہتان کھل گیا، اتنا نہیں جانتے کہ قادر مطلق اللہ جو چاہے کرے جو ارادہ کرے، حکم دے، ایک کو اٹھا دے دوسرے کو اس کی جگہ رکھ دے۔ جیسے آیت ﴿مَا نَنْسَخْ﴾ [1] الخ، میں فرمایا ہے۔ پاک روح یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام اسے اللہ کی طرف سے حقانیت وصداقت کے، عدل وانصاف کے ساتھ لے کر تیری جانب آتے ہیں تا کہ ایماندار ثابت قدم ہو جائیں، اب اترا، مانا، پھر اترا، پھر مانا، ان کے دل رب کی طرف جھکتے رہیں، تازہ تازہ کلام الٰہی سنتے رہیں، مسلمانوں کیلئے ہدایت وبشارت ہو جائے، اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ماننے والے راہ یافتہ ہو کر خوش ہو جائیں۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۰۶]

جیسا ارادہ ویسا نتیجہ: جو اللہ کے ذکر سے منہ موڑے' اللہ کی کتاب سے غفلت کرے' اللہ کی باتوں پر ایمان لانے کا قصد ہی نہ رکھے ایسے لوگوں کو اللہ بھی دور ڈال دیتا ہے انہیں دین حق کی توفیق ہی نہیں ہوتی آخرت میں سخت دردناک عذابوں میں پھنستے ہیں۔ پھر بیان فرمایا کہ یہ رسول علیہ السلام جھوٹ وافترا باندھنے والے نہیں' یہ کام تو بدترین مخلوق کا ہے جو ملحد وکافر ہوں ان کا جھوٹ لوگوں میں مشہور ہوتا ہے اور آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام مخلوق سے بہتر وافضل دین دار' اللہ شناس' سچوں کے سچے ہیں۔ سب سے زیادہ کمال علم وایمان' عمل ونیکی میں آپ کو حاصل ہے۔ سچائی میں' بھلائی میں' یقین میں' معرفت میں' آپ کا ثانی کوئی نہیں۔ ان کافروں سے ہی پوچھ لو یہ بھی آپ کی صداقت کے قائل ہیں۔ آپ کی امانت کے مداح ہیں۔ آپ ان میں محمد امین کے ممتاز لقب سے مشہور معروف ہیں۔ شاہ روم ہرقل نے جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بہت سے سولات کئے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ دعوی نبوت سے پہلے تم نے اس کی کبھی جھوٹ کی طرف نسبت کی ہے؟ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کبھی نہیں اسی پر شاہ نے کہا کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک وہ شخص جس نے دنیوی معاملات میں لوگوں کے بارے میں کبھی بھی جھوٹ کی گندگی سے اپنی زبان خراب نہ کی ہو وہ اللہ پر جھوٹ باندھنے لگے۔ [1]

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ
وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ
عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ
وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو مگر جو کوئی کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر غضب اللہ ہے' اور انہی کیلئے بہت بڑا عذاب ہے ○ یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا یقیناً اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہ راست نہیں دکھاتا ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور جن کے کانوں پر اور جن کی آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے' اور یہی لوگ غافل ہیں ○ کچھ شک نہیں کہ یہی لوگ آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والے ہیں ○

مجبوری میں کلمہ کفر کہنا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان کے بعد کفر کریں دیکھ کر اندھے ہو جائیں پھر کفر پر ان کا سینہ کھل جائے' اس پر اطمینان کر لیں۔ یہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوتے ہیں کہ ایمان کا علم حاصل کر کے پھر اس سے پھر گئے اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے آخرت بگاڑ کر دنیا کی محبت کی اور

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ (۷) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب کتب النبی الی هرقل (۱۷۷۳)]

صرف دنیا طلبی کی وجہ سے اسلام پر مرتد ہونے کو ترجیح دی چونکہ ان کے دل ہدایت حق سے خالی تھے' اللہ کی طرف سے ثابت قدمی انہیں نہ ملی۔ دلوں پر مہریں لگ گئیں' نفع کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کان اور آنکھیں بھی بے کار ہو گئیں نہ حق سن سکیں نہ دیکھ سکیں۔ پس کسی چیز نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور اپنے انجام سے غافل ہو گئے۔ یقیناً ایسے لوگ قیامت کے دن اپنا اور اپنے ہم خیال لوگوں کا نقصان کرنے والے ہیں۔ پہلی آیت کے درمیان جن لوگوں کا استثناء کیا ہے یعنی وہ جن پر جبر کیا جائے اور ان کے دل ایمان پر جمے ہوئے ہوں' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو بہ سبب مار پیٹ اور ایذاؤں کے مجبور ہو کر زبان سے مشرکوں کی موافقت کریں لیکن ان کا دل وہ نہ کہتا ہو بلکہ دل میں اللہ پر اور اس کے رسول پر کامل اطمینان کے ساتھ پورا ایمان ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے جب کہ آپ کو مشرکین نے عذاب کرنا شروع کیا جب تک کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر نہ کریں۔ پس بادل ناخواستہ مجبوراً اور کرھاً آپ نے ان کی موافقت کی' پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عذر بیان کرنے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ شعبی' قتادہ اور ابو مالک رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے (1) کہ مشرکوں نے آپ کو پکڑا اور عذاب دینے شروع کئے' یہاں تک کہ آپ ان کے ارادوں کے قریب ہو گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس کی شکایت کرنے لگے تو آپ نے پوچھا تم اپنے دل کا حال کیسا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ وہ تو ایمان پر مطمئن ہے' جما ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ پھر لوٹیں تو تم بھی لوٹنا۔ (2) بیہقی میں اس سے بھی زیادہ تفصیل سے ہے اس میں ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر کیا پھر آپ کے پاس آ کر اپنا یہ دکھ بیان کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے اذیت دینا ختم نہیں کیا جب تک کہ میں نے آپ کو برا بھلا نہ کہہ لیا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر سے نہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ ایمان پر مطمئن ہے۔ فرمایا اگر وہ پھر کریں تو تم بھی پھر کر لینا۔ (3) اسی پر یہ آیت اتری۔ پس علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جس پر جبر و اکراہ کیا جائے' اسے جائز ہے کہ اپنی جان بچانے کیلئے ان کی موافقت کر لے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسے موقعہ پر بھی ان کی نہ مانے جیسے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کر کے دکھایا کہ مشرکوں کی ایک نہ مانی حالانکہ وہ انہیں بدترین تکلیفیں دیتے تھے یہاں تک کہ سخت گرمیوں میں پوری تیز دھوپ میں آپ کو لٹا کر آپ کے سینے پر بھاری وزنی پتھر رکھ دیا کہ اب بھی شرک کرو تو نجات پاؤ لیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور اللہ کی توحید احد احد کے لفظ سے بیان فرماتے رہے بلکہ فرمایا کرتے تھے۔ ''واللہ! اگر اس سے بھی زیادہ تمہیں چبھنے والا کوئی لفظ میرے علم میں ہوتا تو میں وہی کہتا اللہ ان سے راضی رہے اور انہیں بھی ہمیشہ راضی رکھے''۔ اسی طرح حضرت خبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ جب ان سے مسیلمہ کذاب نے کہا کہ کیا تو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے آپ سے پوچھا کیا

---

(1) [تفسير ابن جرير الطبري (٧/١ ٦٥)]

(2) [تفسير ابن جرير الطبري (٢١٩٤٦) عبد الرزاق في التفسير (١٥٠٩) مستدرك حاكم (٢/٣٥٧)]

(3) [بيهقي : كتاب المرتد : باب المكره على الردة (٨/٢٠٨)]

میرے رسول اللہ ہونے کی بھی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا میں نہیں سنتا۔ اس پر اس جھوٹے مدعی نبوت نے ان کے جسم کے ایک عضو کے کاٹ ڈالنے کا حکم دیا پھر یہی سوال جواب ہوا۔ دوسرا عضو جسم کٹ گیا یونہی ہوتا رہا لیکن آپ آخر دم تک اسی پر قائم رہے' اللہ آپ سے خوش ہو اور آپ کو بھی خوش رکھے۔ مسند احمد میں ہے [1] کہ جو چند لوگ مرتد ہو گئے تھے' انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلوا دیا' جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا میں تو انہیں آگ میں نہ جلاتا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ کے عذاب سے تم عذاب نہ کرو۔ ہاں بے شک میں انہیں قتل کرا دیتا۔ اس لئے کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کر دو۔ جب یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ماں پر افسوس۔ اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی وارد کیا ہے۔ [2] مسند میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس یمن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص ان کے پاس ہے۔ پوچھا یہ کیا؟ جواب ملا یہ ایک یہودی تھا' پھر مسلمان ہو گیا اب پھر یہودی ہو گیا ہے۔ ہم تقریباً دو ماہ سے اسے اسلام پر لانے کی کوشش میں ہیں' تو آپ نے فرمایا واللہ! میں بیٹھوں گا بھی نہیں جب تک کہ تم اس کی گردن نہ اڑا دو۔ یہی فیصلہ ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جو اپنے دین سے لوٹ جائے اسے قتل کر دو یا فرمایا جو اپنے دین کو بدل دے۔ [3] یہ واقعہ بخاری و مسلم میں بھی ہے [4] لیکن الفاظ اور ہیں۔ پس افضل و اولیٰ یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین پر قائم اور ثابت قدم رہے گو اسے قتل بھی کر دیا جائے۔

چنانچہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ عبداللہ بن حذافہ سہمی صحابی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لائے ہیں کہ آپ کو رومی کفار نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچایا' اس نے آپ سے کہا تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں اپنے راج پاٹ میں شریک کر لیتا ہوں اور اپنی شہزادی تمہارے نکاح میں دیتا ہوں۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ تو کیا اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کا راج مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمد سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بادشاہ نے کہا پھر میں تجھے قتل کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں یہ تجھے اختیار ہے چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا اور تیر اندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کیا بار بار کہا جاتا تھا کہ اب بھی نصرانیت قبول کر لو اور آپ پورے استقلال اور صبر سے فرماتے جاتے تھے کہ ہرگز نہیں آخر بادشاہ نے کہا اسے سولی سے اتار لو پھر حکم دیا

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۱/۲۱۷)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب لا یعذب بعذاب الله (۳۰۱۷) ، (۶۹۲۲) ابوداؤد : کتاب الحدود : باب الحکم فیمن ارتد (۴۳۵۱) نسائی : کتاب التحریم : باب الحکم فی المرتد (۴۰۷۰) ابن ماجه : کتاب الحدود : باب المرتد عن دینه (۲۵۳۵) ترمذی : کتاب الحدود : باب ماجاء فی المرتد (۱۴۵۸) مسند احمد (۱/۲۱۷۔ ۲۸۲)]

[3] [صحیح : مسند احمد (۵/۲۳۱)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب استتابة المرتدین : باب حکم المرتد (۶۹۲۳) صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب النهی عن طلب الامارة والحرص علیها (۱۷۳۳۔ ۱۵) مسند احمد (۴/۱۴۰)]

کہ پیتل کی دیگ یا پیتل کی بنی ہوئی گائے خوب تپا کر آگ بنا کر لائی جائے۔ چنانچہ وہ پیش ہوئی بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا وہ مسکین اسی وقت چرمر ہوکر رہ گئے۔ گوشت پوست جل گیا ہڈیاں چمکنے لگیں۔ رضی اللہ عنہ پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دیکھو اب بھی ہماری مان لو اور ہمارا مذہب قبول کرلو ورنہ اسی آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے گا۔ آپ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لے کر فرمایا کہ ناممکن کہ میں اللہ کے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو' جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کیلئے چرخی پر اٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں' اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رک جاؤ انہیں اپنے پاس بلا لیا' اس لئے کہ اسے امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اس کے خیالات پلٹ گئے ہیں میری مان لے گا اور میرا مذہب قبول کر کے میرا امداد بن کر میری سلطنت کا ساجھی بن جائے گا لیکن بادشاہ کی یہ تمنا اور یہ خیال محض بے سود نکلا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں صرف اسی وجہ سے رویا تھا کہ آج ایک ہی جان ہے جسے راہ حق میں اس عذاب کے ساتھ میں قربان کر رہا ہوں' کاش کہ میرے روئیں روئیں میں ایک ایک جان ہوتی کہ آج میں سب جانیں راہ للہ اسی طرح ایک ایک کر کے قربان کرتا۔ روایتوں میں ہے کہ آپ کو قید خانے میں رکھا کھانا پینا بند کر دیا' کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے اس بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ بادشاہ نے بلوا بھیجا اور اسے نہ کھانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس حالت میں یہ میرے لئے حلال تو ہو گیا ہے لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقعہ دینا چاہتا ہی نہیں ہوں۔ اب بادشاہ نے کہا اچھا میرے سر کا بوسہ لے تو میں تجھے اور تیرے ساتھ کے اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیتا ہوں آپ نے اسے قبول فرمالیا اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہاں سے آزاد ہوکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا ہر مسلمان پر حق ہے کہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا ماتھا چومے اور میں ابتدا کرتا ہوں یہ فرما کر پہلے آپ نے ان کے سر پر بوسہ دیا۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ
مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا
وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

جن لوگوں نے فتنوں میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کا ثبوت دیا بے شک تیرا پروردگار ان باتوں کے بعد انہیں بخشنے والا اور مہربانیاں کرنے والا ہے ○ جس دن ہر شخص اپنی ذات کیلئے لڑتا جھگڑتا آئے گا اور ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور لوگوں پر مطلقاً ظلم نہ کیا جائے گا ○

صبر واستقلال کے پیکر مسلمان: یہ دوسری قسم کے لوگ ہیں جو بوجہ اپنی کمزوری اور مسکینی کے مشرکین کے ظلم کے شکار تھے اور ہر وقت ستائے جاتے تھے آخر انہوں نے ہجرت کی ۔ مال' اولاد' ملک' وطن چھوڑ کر اللہ کی راہ میں چل کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کی جماعت میں مل کر پھر جہاد کیلئے نکل پڑے اور صبر واستقامت سے اللہ کے کلمے کی سر بلندی میں مشغول ہو گئے' انہیں اللہ تعالیٰ ان کاموں یعنی قبولیت فتنہ کے بعد بخشنے والا اور ان پر مہربانیاں کرنے والا ہے۔ روز قیامت ہر شخص اپنی نجات کی فکر میں لگا ہوگا' کوئی نہ ہوگا جو اپنی ماں یا باپ یا بھائی یا بیوی کی طرف سے کہہ سن سکے اس دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ نہ ثواب گھٹے نہ گناہ بڑھے۔ اللہ ظلم سے پاک ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن واطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آرہی تھی پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا جامہ پہنادیا جو بدلہ تھا ان کے کئے اعمال کا ○ ان کے پاس انہی میں سے رسول پہنچا پھر بھی انہوں نے اسے جھٹلایا آخر انہیں عذاب نے آدبوچا وہ تھے ہی گنہگار ○

بعثت نبوی اللہ کی ایک عظیم نعمت: اس سے مراد اہل مکہ ہیں یہ امن واطمینان میں تھے۔ آس پاس کی لڑائیاں ہوتیں یہاں کوئی آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھتا جو یہاں آجاتا امن میں سمجھا جاتا۔ جیسے قرآن نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم ہدایت کی پیروی کریں تو اپنی زمین سے اچک لئے جائیں گے ہم نے انہیں امن وامان کا حرم نہیں دے رکھا؟ جہاں ہماری روزیاں قسم قسم کے پھلوں کی شکل میں ان کے پاس چاروں طرف سے کھنچی چلی آتی ہیں۔ [1] یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ عمدہ اور گزارے لائق روزی اس شہر کے پاس ہر ہر طرف سے آرہی تھی لیکن پھر بھی یہ اللہ کی نعمتوں کے منکر رہے جن میں سب سے اعلیٰ نعمت آنحضرت ﷺ کی بعثت تھی جیسے ارشاد باری ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ [2] الخ' کیا تو نے انہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کی طرف پہنچادیا جو جہنم ہے جہاں یہ داخل ہوں گے اور جو بری قرار گاہ ہے۔ ان کی اس سرکشی کی سزا میں دونوں نعمتیں دو زحمتوں سے بدل دی گئیں امن خوف سے' اطمینان بھوک اور گھبراہٹ سے' انہوں نے اللہ کے رسول کی نہ مانی۔ آپ کے خلاف کمر کس لی تو آپ نے ان کے لئے قحط سالی کی بددعا کی۔ جیسی حضرت یوسف علیہ السلام کے

---

[1] [سورۃ القصص: آیت ۵۷]

[2] [سورۃ ابراھیم: آیت ۲۸، ۲۹]

زمانہ میں تھی۔ اس قحط سالی میں انہوں نے اونٹ کے خون میں لتھڑے ہوئے بال تک کھائے۔ امن کے بعد خوف آیا۔ ہر وقت رسول اللہ ﷺ اور آپ کے لشکر سے خوف زدہ رہنے لگے۔ آپ کی دن دگنی ترقی اور آپ کے لشکروں کی کثرت کا سنتے اور سہمے جاتے تھے یہاں تک کہ بالآخر اللہ کے پیغمبر نے ان کے شہر مکہ پر چڑھائی کی اور اسے فتح کر کے وہاں قبضہ کرلیا۔ یہ ان کی بداعمالیوں کا ثمرہ تھا کیونکہ یہ ظلم وزیادتی پر اڑے ہوئے تھے اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی تکذیب کرتے رہے تھے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ان میں خود ان میں سے ہی بھیجا تھا جس احسان کا بیان آیت ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ﴾ [1] الخ، میں فرمایا ہے۔ اور اسی کا بیان آیت ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَآ أُولِى الْأَلْبَابِ﴾ [2] الخ میں ہے اور اسی معنیٰ کی آیت ﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيكُمْ﴾ میں ہے ﴿تَكْفُرُوْنِ﴾ [3] تک اس لطیفے کو بھی نہ بھولئے کہ جیسے کفر کی وجہ سے امن کے بعد خوف آیا اور فراخی کے بعد بھوک آئی ایمان کی وجہ سے خوف کے بعد امن ملا اور بھوک کی وجہ سے خوف کے بعد حکومت، سرداری، امانت اور امامت ملی۔ فسبحانہ ما اعظم شانہ۔

سلیم بن عتر کہتے ہیں ہم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا زوجہ محترمہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ حج سے لوٹتے ہوئے آرہے تھے اس وقت مدینہ شریف میں خلیفۃ المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہوئے تھے۔ مائی صاحبہ اکثر راہ چلتوں سے ان کی بابت دریافت کرتی تھیں۔ دو سواروں کو جاتے ہوئے دیکھ کر آدمی بھیجا کہ ان سے خلیفۃ الرسول کا حال پوچھو۔ انہوں نے خبر دی کہ افسوس آپ شہید کر دیئے گئے اسی وقت آپ نے فرمایا اللہ کی قسم یہی وہ شہید ہے جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ﴾ الخ [4] عبیداللہ بن مغیرہ کے استاد کا بھی یہی قول ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ
تَعْبُدُوْنَ ﴿١١٤﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ
اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٥﴾ وَلَا
تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا
عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا
يُفْلِحُوْنَ ﴿١١٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١٧﴾

جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو ○ تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا جائے حرام ہیں، پھر بھی اگر کوئی شخص بے

---

[1] [سورۃ آل عمران: آیت ١٦٤]

[2] [سورۃ الطلاق: آیت ١٠، ١١]

[3] [سورۃ البقرہ: آیت ١٥١، ١٥٢]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (٦٥٥/٧)]

بس کر دیا جائے نہ وہ ظالم ہو نہ حد سے گزرنے والا ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ○ کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لو، سمجھ لو کہ اللہ پر بہتان بازی کرنے والے کامیابی سے محروم ہی رہتے ہیں ○ انہیں بہت تھوڑا برتنا ملتا ہے اور ان کیلئے ہی دردناک عذاب ہیں ○

حلال وحرام صرف اللہ کا بیان کردہ: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنی دی ہوئی پاک روزی حلال کرتا ہے اور شکر کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اس لئے کہ نعمتوں کا داتا وہی ہے' اسی لئے عبادت کے لائق بھی صرف وہی ایک ہے' اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔ پھر ان چیزوں کا بیان فرما رہا ہے جو اس نے مسلمانوں پر حرام کر دی ہیں' جس میں ان کے دین کا نقصان بھی ہے۔ اور ان کی دنیا کا نقصان بھی ہے جیسے از خود مرا ہوا جانور اور بوقت ذبح کیا جائے۔ لیکن جو شخص ان کے کھانے کی طرف بے بس' لاچار' عاجز' محتاج' بے قرار ہو جائے اور انہیں کھالے تو اللہ بخشش و رحمت سے کام لینے والا ہے۔ سورۂ بقرہ میں اسی جیسی آیت گزر چکی ہے اور وہیں اس کی کامل تفسیر بھی بیان کر دی ہے اب دوبارہ دہرانے کی حاجت نہیں۔ فالحمد للہ۔ پھر کافروں کے رویہ سے مسلمانوں کو روک رہا ہے کہ جس طرح انہوں نے از خود اپنی سمجھ سے حلت حرمت قائم کر لی ہے تم نہ کرو آپس میں طے کر لیا کہ فلاں کے نام سے منسوب جانور حرمت و عزت والا ہے۔ بحیرہ' سائبہ' وصیلہ' حام وغیرہ۔ تو فرمان ہے کہ اپنی زبانوں سے جھوٹ موٹ اللہ کے ذمے الزام رکھ کر آپ حلال حرام نہ ٹھہرا لو۔ اس میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی اپنی طرف سے کسی بدعت کو نکالے جس کی کوئی شرعی دلیل نہ ہو۔ یا اللہ کے حرام کو حلال کرے یا مباح کو حرام قرار دے اور اپنی رائے اور تشبیہ سے احکام ایجاد کرے۔ ((لِمَا تَصِفُ)) میں ما مصدریہ ہے یعنی تم اپنی زبان سے حلال حرام کا جھوٹ وصف نہ گھڑ لو۔ ایسے لوگ دنیا کی فلاح سے آخرت کی نجات سے محروم ہو جاتے ہیں دنیا میں گو تھوڑا سا فائدہ اٹھالیں لیکن مرتے ہی المناک عذابوں کا لقمہ بنیں گے۔ یہاں کچھ عیش و عشرت کر لی وہاں بے بسی کے ساتھ عذاب برداشت کرنے پڑیں گے۔ (۱) جیسے فرمان الٰہی ہے اللہ پر جھوٹ افترا کرنے والے نجات سے محروم ہیں۔ دنیا میں چاہے تھوڑا سا فائدہ اٹھالیں پھر ہم ان کے کفر کی وجہ سے انہیں سخت عذاب چکھائیں گے۔ (۲)

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ
وَلٰكِنْ كَانُوٓا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٨﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوٓءَ
بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوٓا ۙ إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا
لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٩﴾ ع

ع ۱۵ / ۲۱

یہودیوں پر جو کچھ ہم نے حرام کیا تھا اسے ہم پہلے ہی سے تجھے سنا چکے ہیں ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ○ جو کوئی جہالت سے برے عمل کر لے پھر توبہ کرے اور اصلاح بھی کر لے تو پھر بھی تیرا رب بلاشک وشبہ

---

(۱) [سورۃ لقمان: آیت ۲۴] (۲) [سورۃ یونس: آیت ۶۹، ۷۰]

یہود پر جو کچھ حرام تھا: اوپر بیان گزرا کہ اس امت پر مردار' خون' لحم خنزیر' اور اللہ کے سوا دوسروں کے نام سے منسوب کردہ چیزیں حرام ہیں۔ پھر جو رخصت اس بارے میں تھی اسے ظاہر فرما کر جو آسانی اس امت پر کی گئی ہے اسے بیان فرمایا۔ یہودیوں پر انکی شریعت میں جو حرام تھا اور جو تنگی اور حرج ان پر تھا اسے بیان فرمار ہا ہے کہ ہم نے ان کی حرمت کی چیزوں کو پہلے ہی سے تجھے بتادیا ہے۔ سورۂ انعام کی آیت ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ﴾ [1] میں ان حرام چیزوں کا ذکر ہو چکا ہے۔ یعنی یہودیوں پر ہم نے تمام ناخن والے جانوروں کو حرام کر دیا تھا اور گائے اور بکری کی چربی کو سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ پر لگی ہو یا انتڑیوں پر یا ہڈیوں سے ملی ہوئی ہو یہ بدلہ تھا ان کی سرکشی کا ہم اپنے فرمان میں بالکل سچے ہیں۔ ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا ہاں وہ خود ناانصاف تھے۔ ان کے ظلم کی وجہ سے ہم نے وہ پاکیزہ چیزیں جو ان پر حلال تھیں' حرام کر دیں۔ دوسری وجہ ان کا راہ حق سے اوروں کو روکنا بھی تھا۔ [2] پھر اللہ تعالیٰ اپنے اس رحم وکرم کی خبر دیتا ہے جو وہ گنہگار مومنوں کے ساتھ کرتا ہے کہ ادھر اس نے توبہ کی' ادھر رحمت کی گود اس کیلئے پھیل گئی۔ بعض سلف کا قول ہے کہ جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے وہ جاہل ہی ہوتا ہے۔ توبہ کہتے ہیں گناہ سے ہٹ جانے کو اور اصلاح کہتے ہیں اطاعت پر کمر کس لینے کو۔ پس جو ایسا کرے اس کے گناہ اور اس کی لغزش کے بعد بھی اللہ اسے بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٢٠﴾ شَاكِرًا
لِّاَنْعُمِهٖ ۭ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٢١﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ
وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٢٢﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٢٣﴾

بے شک ابراہیم پیشوا اور اللہ کا فرماں بردار اور یک طرفہ مخلص تھا' وہ مشرکوں میں سے نہ تھا ○ اللہ کی نعمتوں کا شکر گزار تھا' اللہ نے اسے اپنا برگزیدہ کر لیا تھا اور اسے راہ راست سمجھا دی تھی ○ ہم نے اسے دنیا میں بھی ہر طرح کی بہتری دی تھی' اور بے شک وہ آخرت میں بھی البتہ نیک کاروں میں ہے ○ پھر ہم نے تیری جانب وحی بھیجی کہ تو ابراہیم حنیف کی پیروی کر تارہ' جو مشرکوں میں سے نہ تھا ○

ابراہیم علیہ السلام یکطرفہ مخلص بندے: امام حنفاء والد انبیاء' خلیل الرحمن' رسول جل وعلا' حضرت ابرہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف بیان ہو رہی ہے اور مشرکوں' یہودیوں اور نصرانیوں سے انہیں علیحدہ کیا جا رہا ہے۔ امۃ کے معنی امام کے ہیں' جن کی اقتدا کی جائے۔ قانت کہتے ہیں اطاعت گزار فرماں بردار کو' حنیف کے معنی ہیں شرک سے ہٹ کر توحید کی طرف آ جانے والا۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ مشرکوں سے بیزار تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۱٤٦]   [2] [سورۃ النساء: آیت ۱٦٠]

جب ((اُمَّةً قَانِتًا)) کے معنی دریافت کئے گئے تو فرمایا لوگوں کو بھلائی سکھانے والا اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی ماتحتی کرنے والا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں امت کے معنی ہیں لوگوں کے دین کا معلم۔ ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ امت قانت اور حنیف تھے اس پر کسی نے اپنے دل میں سوچا کہ عبداللہ غلطی کر گئے ایسے تو قرآن کے مطابق حضرت خلیل الرحمٰن تھے۔ پھر زبانی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت فرمایا ہے تو آپ نے فرمایا جانتے بھی ہو امت کے کیا معنی؟ اور قانت کے کیا معنی؟ امت کہتے ہیں اسے جو لوگوں کو بھلائی سکھائے اور قانت کہتے ہیں اسے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگا رہے۔ بے شک حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے۔ (1) حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ تنہا امت تھے اور تابع فرمان تھے۔ وہ اپنے زمانہ میں تنہا موحد بندے تھے۔ باقی تمام لوگ اس وقت کافر تھے۔ قتادہ فرماتے ہیں وہ ہدایت کے امام تھے اور اللہ کے غلام تھے۔ اللہ کی نعمتوں کے قدرداں اور شکر گزار تھے اور رب کے تمام احکام کے عامل تھے جیسے خود اللہ نے فرمایا ﴿وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى﴾ (2) وہ ابراہیم جس نے پورا کیا یعنی اللہ کے تمام احکام کو تسلیم کیا۔ اور ان پر عمل بجا لایا۔ اسے اللہ نے مختار اور مصطفیٰ بنا لیا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ﴾ (3) الخ، ہم نے پہلے ہی سے ابرہیم کو رشد و ہدایت دے رکھی تھی اور ہم اسے خوب جانتے تھے۔ اسے ہم نے راہ مستقیم کی رہبری کی تھی صرف ایک اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت و اطاعت کرتے تھے اور اللہ کی پسندیدہ شریعت پر قائم تھے۔ ہم نے انہیں دین دنیا کی خبر کا جامع بنایا تھا اپنی پاکیزہ زندگی کے تمام ضروری اوصاف حمیدہ ان میں تھے۔ ساتھ ہی آخرت میں بھی نیکوں کے ساتھی اور صلاحیت والے تھے۔ ان کا پاک ذکر دنیا میں بھی باقی رہا اور آخرت میں بڑے عظیم الشان درجے ملے۔ ان کا کمال، ان کی عظمت، ان کی محبت، توحید اور ان کے پاک طریق پر اس سے بھی روشنی پڑتی ہے کہ اے خاتم رسل اے سید الانبیا ﷺ تجھے بھی ہمارا حکم ہو رہا ہے کہ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کر جو مشرکوں سے بری الذمہ تھا۔ سورۂ انعام میں ارشاد ہے ﴿قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (4) الخ، کہہ دے کہ مجھے میرے رب نے صراط مستقیم کی رہبری کی ہے۔ مضبوط اور قائم دین ابراہیم حنیف کی جو مشرکوں میں نہ تھا۔ پھر یہودیوں پر انکار ہو رہا ہے اور فرمایا جا رہا ہے۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

ہفتے کے دن کی عظمت تو صرف ان لوگوں کے ذمے ہی ضروری کی گئی تھی جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا، بات یہ ہے کہ تیرا پروردگار آپ ہی ان میں ان کے اختلاف کا فیصلہ قیامت کے دن کرے گا ○

ہر امت کے لیے عبادت کا دن: ہر امت کیلئے ہفتے میں ایک دن اللہ تعالیٰ نے ایسا مقرر کیا ہے جس میں وہ

(1) [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۶٦۰)]
(2) [سورۃ النجم: آیت ۳۷]
(3) [سورۃ الانبیاء: آیت ۵۱]
(4) [سورۃ الانعام: آیت ۱٦۱]

جمع ہو کر اللہ کی عبادت کی خوشی منائیں۔ اس امت کے لئے وہ دن جمعہ کا ہے' اس لئے کہ وہ چھٹا دن ہے جس میں اللہ نے اپنی مخلوق کا کمال کیا۔ اور ساری مخلوق پیدا ہو چکی اور اپنے بندوں کو ان کی ضرورت کی اپنی پوری نعمت عطا فرما دی۔ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہی دن بنی اسرائیل کے لئے مقرر فرمایا گیا تھا لیکن وہ اس سے ہٹ کر ہفتے کے دن کو لے بیٹھے' یہ سمجھے کہ جمعہ کو مخلوق پوری ہو گئی' ہفتہ کے دن اللہ نے کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ پس تورات جب اتری ان پر وہی ہفتے کا دن مقرر ہوا اور انہیں حکم ملا کہ اسے مضبوطی سے تھامے رہیں' ہاں یہ ضرور فرما دیا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی آئیں تو وہ سب کے سب کو چھوڑ کر صرف آپ ہی کی اتباع کریں۔ اس بات پر ان سے وعدہ بھی لے لیا تھا۔ پس ہفتے کا دن انہوں نے خود ہی اپنے لئے چھانٹا تھا۔ اور آپ ہی جمعہ کو چھوڑا تھا۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے زمانہ تک یہ اسی پر رہے۔ کہا جاتا ہے کہ پھر آپ نے انہیں اتوار کے دن کی طرف دعوت دی۔ ایک قول ہے کہ آپ نے توراۃ کی شریعت چھوڑی نہ تھی۔ سوائے بعض منسوخ احکام کے اور ہفتے کے دن کی مخالفت آپ نے بھی برابر جاری رکھی۔ جب آپ آسمان پر چڑھا لئے گئے تو آپ کے بعد قسطنطین بادشاہ کے زمانے میں صرف یہودیوں کی ضد میں آ کر صخرہ سے مشرقی جانب کو اپنا قبلہ انہوں نے مقرر کر لیا اور ہفتے کی بجائے اتوار کا دن مقرر کر لیا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہم سب سے آخر والے ہیں اور قیامت کے دن سب سے آگے والے ہیں۔ ہاں انہیں کتاب اللہ ہم سے پہلے دی گئی۔ یہ دن بھی اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیا لیکن ان کے اختلاف نے انہیں کھو دیا اور اللہ رب العزت نے ہمیں اس کی ہدایت دی۔ پس یہ سب لوگ ہمارے پیچھے ہی پیچھے ہیں۔ یہود ایک دن پیچھے نصاریٰ دو دن۔ (1) آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہم سے پہلے کی امتوں کو اللہ نے اس دن سے محروم کر دیا یہود نے ہفتے کا دن رکھا نصاریٰ نے اتوار کا اور جمعہ ہمارا۔ پس جس طرح دنوں کے اس اعتبار سے وہ ہمارے پیچھے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن بھی ہمارے پیچھے ہی رہیں گے۔ ہم دنیا کے اعتبار سے پچھلے ہیں اور قیامت کے اعتبار سے پہلے ہیں یعنی تمام مخلوق میں سب سے پہلے فیصلے ہمارے ہوں گے۔ (مسلم) (2)

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ
اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۱۲۵

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجمعة : باب فرض الجمعة (۸۷٦) صحیح مسلم : کتاب الجمعة : باب هداية هذه الامة ليوم الجمعة (۸۵۵) نسائی : کتاب الجمعة : باب ایجاب الجمعة (۱۳٦۷) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة : باب فی فرض الجمعة (۱۰۸۳) مسند احمد (۲/۲۷٤)]

(2) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجمعة : باب هداية هذه الامة ليوم الجمعة (۸۵٦- ۲۲)]

اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو اللہ کی وحی اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلاتا رہ اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیا کر، یقیناً تیرا رب اپنی راہ سے بہکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی پورا واقف ہے ○

وعظ و نصیحت میں حکمت کا لحاظ: اللہ رب العالمین اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ اللہ کی مخلوق کو اس کی طرف بلائیں۔ حکمت سے مراد بقول امام ابن جریر رحمہ اللہ کلام اللہ اور حدیث رسول ہے۔ اور اچھے وعظ سے مراد جس میں ڈر اور دھمکی بھی ہو کہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔ اور اللہ کے عذابوں سے بچاؤ طلب کریں۔ ہاں یہ بھی خیال رہے کہ اگر کسی سے مناظرے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ نرمی اور خوش لفظی سے ہو۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ [1] الخ، اہل کتاب سے مناظرے مجادلے کا بہترین طریقہ ہی برتا کرو۔ الخ۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی نرمی کا حکم ہوا تھا۔ دونوں بھائیوں کو یہ کہہ کر فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا کہ اسے نرم بات کہنا تاکہ عبرت حاصل کرے اور ہوشیار ہو جائے۔ [2] گمراہ اور ہدایت یاب سب اللہ کے علم میں ہیں۔ شقی وسعید سب اس پر واضح ہیں۔ وہاں لکھے جا چکے ہیں اور تمام کاموں کے انجام سے فراغت ہو چکی ہے۔ آپ تو اللہ کی راہ کی دعوت دیتے رہیں لیکن نہ ماننے والوں کے پیچھے اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالیے۔ آپ ہدایت کے ذمے دار نہیں آپ صرف آگاہ کرنے والے ہیں، آپ پر پیغام کا پہنچا دینا فرض ہے۔ حساب ہم آپ لیں گے۔ ہدایت آپ کے بس کی چیز نہیں کہ جسے محبوب سمجھیں، ہدایت عطا کر دیں [3] لوگوں کی ہدایت کے ذمے دار آپ نہیں یہ اللہ کے قبضے اور اس کے ہاتھ کی چیز ہے۔

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ
لِّلصَّابِرِينَ ﴿١٢٦﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي
ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٧﴾ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴿١٢٨﴾ ع

اور اگر بدلہ لو بھی تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ پہنچایا گیا ہو اور اگر صبر کر لو تو بے شک صابروں کے لیے یہی بہتر ہے ○ تو صبر کر بغیر توفیق اللہ کے تو صبر کر ہی نہیں سکتا تو ان کے حال پر رنجیدہ نہ ہو اور جو مکر و فریب یہ کرتے رہتے ہیں ان سے تنگ دل نہ ہو ○ یقین مان کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے ○

قصاص میں انصاف: قصاص میں اور حق کے حاصل کرنے میں برابری اور انصاف کا حکم ہو رہا ہے۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر کوئی تم سے کوئی چیز لے لے تو تم بھی اس سے اسی جیسی لے لو۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے

[1] [العنکبوت: ٤٦]

[2] [طه: ٤٤]

[3] [القصص: ٥٦]

ہیں کہ پہلے تو مشرکوں سے درگزر کرنے کا حکم تھا۔ جب ذرا حیثیت دار لوگ مسلمان ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اگر اللہ کی طرف سے بدلے کی رخصت ہو جائے تو ہم بھی ان کتوں سے نمٹ لیا کریں اس پر یہ آیت اتری آخر یہ بھی حکم جہاد سے منسوخ ہوگئی۔ حضرت عطا بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں نحل پوری مکے شریف میں اتری ہے مگر اس کی یہ تین آخری آیتیں مدینے شریف میں اتری ہیں۔ جب کہ جنگ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور آپ کے اعضائے جسم بھی شہادت کے بعد کاٹ لئے گئے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ اب جب مجھے اللہ تعالیٰ ان مشرکوں پر غلبہ دے تو میں ان میں سے تیس شخصوں کے ہاتھ پاؤں اسی طرح کاٹوں گا۔ مسلمانوں کے کان میں جب اپنے محترم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ پڑے تو ان کے جوش بہت بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ واللہ! ہم ان پر غالب آ کر ان کی لاشوں کے وہ ٹکرے ٹکڑے کریں گے کہ عربوں نے کبھی ایسا دیکھا ہی نہ ہوگا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں [1] (سیرت ابن اسحاق) یہ روایت مرسل ہے اور اس میں ایک راوی ایسا ہے جن کا نام ہی نہیں لیا گیا' مبہم چھوڑا گیا۔ ہاں دوسری سند سے یہ متصل بھی مروی ہے۔ بزار میں ہے کہ جب حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاس جا کر کھڑے ہو کر دیکھنے لگے آہ! اس سے زیادہ دل دکھانے والا منظر اور کیا ہوگا کہ محترم چچا کی لاش کے ٹکڑے آنکھوں کے سامنے بکھرے پڑے ہیں۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ آپ پر اللہ کی رحمت ہو جہاں تک میرا علم ہے' میں جانتا ہوں کہ آپ رشتے ناتے کے جوڑنے والے نیکیوں کو لپک کر کرنے والے تھے۔ واللہ! دوسرے لوگوں کے درد و غم کا خیال نہ ہوتا تو میں آپ کے اس جسم کو یونہی چھوڑ دیتا یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ درندوں کے پیٹوں میں سے نکالتا یا اور کوئی ایسا ہی کلمہ فرمایا جب ان مشرکوں نے یہ حرکت کی ہے تو واللہ میں بھی ان کے ستر شخصوں کی یہی بری حالت بناؤں گا۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آئے اور یہ آیتیں اتریں تو آپ اپنی قسم کے پورا کرنے سے رک گئے اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔ [2] لیکن سند اس کی بھی کمزور ہے۔ اس کے راوی صالح بن بشیر مری ہیں جو ائمہ اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ تو انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں۔ شعبی اور ابن جریج کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی زبان سے نکلا تھا کہ ان لوگوں نے جو ہمارے شہیدوں کی بے حرمتی کی ہے اور ان کے اعضاء بدن کاٹ دیئے ہیں واللہ ہم بھی ان سے اس کا بدلہ لے کر ہی چھوڑیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیتیں اتاریں۔ مسند احمد میں ہے کہ جنگ احد میں ساٹھ انصاری شہید ہوئے اور چھ مہاجر رضی اللہ عنہم تو اصحاب رسول کی زبان سے نکل گیا کہ جب ہم ان مشرکوں پر غلبہ پائیں تو ہم بھی ان کے ٹکڑے کئے بغیر نہ رہیں گے۔ چنانچہ فتح مکہ والے دن ایک شخص نے کہا آج کے دن کے بعد قریش پہچانے بھی نہ جائیں گے۔ اسی وقت ندا ہوئی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کو پناہ دیتے ہیں سوائے فلاں

---

[1] [**مرسل**: دلائل النبوة للبیهقی (۳/۲۸۶، ۲۸۸) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۴/۱۹۵)]

[2] [**ضعیف**: مسند بزار (۱۷۹۵) مجمع الزوائد (۱۰۱۰۴)] اس کی سند میں صالح بن بشیر راوی ضعیف ہے۔]

فلاں کے (جن کے نام لئے گئے ہیں) اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ نبی ﷺ نے اسی وقت فرمایا کہ ہم صبر کرتے ہیں اور بدلہ نہیں لیتے۔ (۱) اس آیت کریمہ کی مثالیں قرآن کریم میں اور بھی بہت سی ہیں۔ اس میں عدل کی مشروعیت بیان ہوئی ہے اور افضل طریقے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جیسے آیت ﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ (۲) الخ، میں کہ برائی کا بدلہ لینے کی رخصت عطا فرما کر پھر فرمایا کہ جو درگزر کرلے اور اصلاح کرلے اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اسی طرح آیت ﴿وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾ (۳) میں بھی زخموں کا بدلہ لینے کی اجازت دے کر فرمایا ہے کہ جو بطور صدقہ معاف کردے یہ معافی اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گی۔ اسی طرح اس آیت میں بھی برابر برابر بدلہ لینے کے جواز کا ذکر فرما کر پھر ارشاد ہوا ہے کہ اگر صبر کرلو تو یہ بہت ہی بہتر ہے۔ پھر صبر کی مزید تاکید کی اور ارشاد فرمایا کہ یہ ہر ایک کے بس کا کام نہیں یہ ان ہی سے ہوسکتا ہے جن کی مدد پر اللہ ہو اور جنہیں اس کی جانب سے توفیق نصیب ہو۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے مخالفین کا غم نہ کھا، ان کی قسمت میں ہی مخالفت لکھ دی گئی ہے نہ ان کے فن فریب سے آزردہ خاطر ہو۔ اللہ تجھے کافی ہے، وہی تیرا مددگار ہے، وہی تجھے ان سب پر غالب کرنے والا ہے اور ان کی مکاریوں اور چالاکیوں سے بچانے والا ہے۔ ان کی عداوت اور ان کے برے ارادے تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

فرشتوں کے ذریعے مجاہدین کی نصرت: اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی تائید ہدایات اور اس کی توفیق ان کے ساتھ ہے، جن کے دل اللہ کے ڈر سے اور جن کے اعمال احسان کے جوہر سے مالا مال ہوں۔ چنانچہ جہاد کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی اتاری تھی کہ ﴿اِنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ (۴) میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ایمانداروں کو ثابت قدم رکھو، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا تھا ﴿لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَكُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰی﴾ (۵) تم خوف نہ کھاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں، دیکھتا سنتا ہوں۔ غار میں رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا ﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (۶) غم نہ کرو اللہ

---

(۱) [حسن: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة النحل (۳۱۲۹) مسند احمد (۵/۱۳۵) نسائی فی السنن الکبری: کتاب التفسیر: باب قوله تعالى وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به (۶/۳۷۶) الضیاء فی المختارة (۱۱٤٤) مستدرك حاكم (۲/۳۵۸) صحیح ابن حبان (الاحسان - ٤۸۷) بیهقی فی دلائل النبوة (۳/۲۸۹)] امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(۲) [سورة الشوری: آیت ٤۰]

(۳) [سورة المائدہ: آیت ٤۵]

(۴) [الانفال: ۱۲]

(۵) [طه: ٤٦]

(۶) [التوبه: ٤۰]

ہمارے ساتھ ہے۔ [1] پس یہ ساتھ تو خاص تھا۔ اور مراد اس سے تائید ونصرت الٰہی کا ساتھ ہونا ہے۔ اور عام ساتھ کا بیان آیت ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ [2] اور آیت ﴿مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ [3] الخ' اور آیت ﴿وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ﴾ [4] الخ' میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے' جہاں بھی تم ہو اور وہ تمہارے اعمال دیکھنے والا ہے اور جو تین شخص کوئی سرگوشی کرنے لگیں ان میں چوتھا اللہ ہوتا ہے اور پانچ میں چھٹا وہ ہوتا ہے اور اس سے کم وبیش میں بھی جہاں وہ ہوں' اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور تم کسی حال میں ہو یا تلاوت قرآن میں ہو یا تم اور کوئی کام میں لگے ہوئے ہو ہم تم پر مشاہد ہوتے ہیں پس ان آیتوں میں ساتھ سے مراد سننے دیکھنے کا ساتھ ہے تقویٰ کے معنی ہیں حرام کاموں اور گناہ کے کاموں کو اللہ کے فرمان پر ترک کر دینے کے۔ اور احسان کے معنی ہیں پروردگار کی اطاعت وعبادت کو بجالانا۔ جن لوگوں میں یہ دونوں صفتیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی حفظ وامان میں رہتے ہیں' جناب باری ان کی تائید اور مدد فرماتا رہتا ہے۔ ان کے مخالفین اور دشمن ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان سب پر کامیابی عطا فرماتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت محمد بن حاطب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو باایمان پرہیزگار اور نیک کار ہیں۔ الحمد للہ چودھویں پارے کی تفسیر مکمل ہوئی۔



[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی: باب مناقب المهاجرین وفضلهم (٣٦٥٢) صحیح مسلم: کتاب الزهد: باب فی حدیث الهجرة (٢٠٠٩)]

[2] [الحدید: ٤]

[3] [المجادله: ٧]

[4] [یونس: ٦١]